عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

7 ستمبر 1974 سے
7 ستمبر 2024 تک

جلد: ۴۳ | ۴ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۸ تا ۱۵ ستمبر ۲۰۲۴ء | شمارہ: ۳۴

سپریم کورٹ کا مستحسن اقدام

غلطی کی اصلاح کرکے اچھا کیا

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

بیوی کا شوہر کی دی ہوئی رقم سے پلاٹ و مکان پر ملکیت کا دعویٰ

س:.... میری بیوی نے میرے دیئے ہوئے پیسوں سے ایک پلاٹ خریدا جبکہ میں اس جگہ پر پلاٹ خریدنے کے لئے تیار نہیں تھا، لیکن بیوی کے کہنے پر تیار ہوا، بیوی نے یہ پلاٹ اپنے نام سے خرید کیا۔ اس میں کچھ پیسے میرے بیٹے اور باقی بیوی کہتی ہے کہ میں نے بھی اپنے پیسے ملائے، جبکہ بیوی ہاؤس وائف تھی، میرے دیئے ہوئے پیسے جو اس نے سیف کئے تھے، اس سے پلاٹ خریدا، پھر اس پلاٹ پر مکان بنانے کے لئے تقریباً ۵۰ لاکھ سے زائد خرچ ہوئے وہ بھی میں نے ادا کئے، اب بیوی کہتی ہے کہ یہ میرا گھر ہے، جبکہ میں نے بیوی کو بطور ملکیت یہ پلاٹ اور گھر نہیں دیا، بیوی نے یہ گھر اپنے نام کروالیا، کیا شرعاً یہ مکان اور یہ پلاٹ میری بیوی کا ہے؟ اس کی شرعی طور پر کیا حیثیت ہے؟

ج:.... شوہر اگر بیوی کو گھر کے اخراجات کے لئے رقم دے تو یہ رقم بیوی کی ملکیت میں داخل نہیں ہوجاتی، اس لئے بیوی اس رقم کو بچا کر اپنی ملکیت میں استعمال نہیں کرسکتی، یہ شوہر کی ملکیت میں رہے گی۔ جب تک کہ شوہر نے بیوی کو ہبہ کردینے کی وضاحت نہ کردی ہو۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں بیوی نے شوہر کی دی ہوئی رقم سے جو پلاٹ خریدا اور اس پر مکان تعمیر کرایا، جبکہ مکان کی تعمیر کے لئے ساری رقم بھی شوہر نے دی تو یہ پلاٹ اور مکان شوہر کی ملکیت سمجھا جائے گا، خواہ کاغذوں میں بیوی نے اسے اپنے نام کرالیا ہو اور بیٹے نے جو رقم پلاٹ خریدنے میں دی، اگر اس نے رقم دیتے وقت قرض دینے کی وضاحت کی تھی تو یہ رقم بطور قرض ہوگی، اگر اس نے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی تھی تو یہ اس کی طرف سے تبرع واحسان ہے جو اس نے اپنے والد پر کیا۔ اب وہ اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا، اور آپ کی بیوی پلاٹ خریدنے میں جو اپنی رقم خرچ کرنے کی دعوے دار ہے۔ اگر اس کے پاس اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے دو عاقل، بالغ مرد گواہ موجود ہیں ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو اتنی رقم گواہوں کی گواہی مکمل ہوجانے پر آپ کے ذمہ اسے ادا کرنا ہوگی۔ اگر بیوی کے پاس گواہ موجود نہیں یا گواہ مکمل نہیں تو اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوگا اور وہ کسی رقم کے مطالبہ کی حقدار نہیں ہوگی۔

قرض پر نفع لینا سود ہے

س:...... ایک موبائل کمپنی کی طرف سے یہ آفر ہے کہ آپ ان کے اکاؤنٹ میں مثلاً ایک ہزار روپے جمع کرو تو جب تک آپ واپسی نہیں نکال لیتے، اس وقت تک اس کمپنی کی طرف سے فری منٹ ملتے رہیں گے۔ اس طرح ہزار روپے بھی جمع رہیں گے اور روزانہ فری منٹ استعمال کرتے رہیں گے، کیا یہ جائز اور صحیح ہے؟

ج:...... آپ جو کمپنی کو ایک ہزار روپے دے رہے ہیں، اس کی حیثیت قرض کی ہے اور کمپنی اس کی واپسی کی ضمانت بھی دیتی ہے اور بدلہ میں جو فری منٹ دے رہی ہے وہ اس قرض کی وجہ سے دے رہی ہے تو گویا یہ قرض پر آپ کو نفع اور فائدہ دے رہی ہے۔ اس لئے یہ سود ہے، قرض کے بدلہ فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور یہ فری منٹ استعمال کرنا جائز نہیں۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
کراچی

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۳ ۴تا۱۱ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۸تا۱۵ ستمبر ۲۰۲۴ء شمارہ:۳۴

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیرِاعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِاعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

سپریم کورٹ کا مستحسن اقدام	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
.... غلطی کی اصلاح کرکے اچھا کیا!	۹	جناب انصار عباسی
سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیجئے!	۱۰	مولانا محمد اسرار الحق قاسمیؒ
۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء سے ۲۰۲۴ء تک	۱۳	مفتی خالد محمود صاحب
حضراتِ صحابہ کرامؓ کا زُہد	۲۰	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
اہلِ بیت وآلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۳)	۲۲	پروفیسر محمد سلیم قاسمی، علی گڑھ
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۶	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیبِ پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہدِ اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظرِ اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغِ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہدِ ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمانِ ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہیدِ ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہیدِ ناموسِ رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ڈالر
فی شمارہ: ۲۵روپے، ششماہی: ۶۰۰روپے، سالانہ: ۱۲۰۰روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۹۲ فصل:... ۲ ہجری کے واقعات

۴۶:..... اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا، جس سے آنکھ پھوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب لگایا اور دُعا فرمائی، وہ بالکل تندرست ہوگئی اور تکلیف کا کوئی نام ونشان نہ رہا۔

۴۷:..... اسی سال غزوۂ بدر میں یا اس سے قبل غنیمت حلال ہوئی اور اس سلسلے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: ”فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ“ (الانفال:۶۹) ترجمہ: ”سو جو تم نے غنیمت میں لیا ہے اسے حلال پاک سمجھ کر کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو۔“

۴۸:..... اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشہور تلوار ”ذُوالفقار“ (فاء کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ) حاصل ہوئی، یہ عاص بن منبہ یا نبیہ بن حجاج کافر کی تھی، یہ دونوں کافر غزوۂ بدر میں کام آئے، اور یہ تلوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے منتخب فرمائی، یہ ہر غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں تھی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں حضرت علی بن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ کو دے دی تھی، یہ قول صحیح بخاری کے خلاف ہے۔

۴۹:..... اسی سال غزوۂ بدر کے ایام میں اِمام شافعیؒ کے جدِ اعلیٰ سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف المطّلبی اسلام لائے، اور ان کے صاحب زادے شافع، جن کی جانب اِمام شافعیؒ کی نسبت ہے، وہ بھی (بعد میں) اسلام لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس وقت وہ سبزہ آغاز تھے، اِمام شافعیؒ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: ”محمد (یہ اِمام شافعیؒ کا نام ہے) ابن اِدریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب“ یہ سائب وہی ہیں جن کا ذکر ابھی ہوا، جیسا کہ ”تقریب“ اور ”تذکرۃ القاری“ میں ذکر کیا ہے۔

۵۰:..... اسی سال جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے جارہے تھے، اثنائے سفر میں حضرت خُبیب (بضم خاء بصیغۂ تصغیر) ابن اساف بن عتبہ الانصاری الخزرجی مشرف باسلام ہوئے، پھر بدر، اُحد اور خندق میں شریک ہوئے، جنگِ بدر میں ان کے تلوار کا زخم آیا جس کی وجہ سے ان کا ایک پہلو نیچے ڈھلک گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ مبارک لگا کر سی دیا، انہیں اسی وقت شفا ہوگئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کے فوراً بعد مشرکین سے لڑائی میں مصروف ہوگئے، بقول بعض انہیں کے ہاتھ سے اُمیہ بن خلف جہنم رسید ہوا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کی بیوہ حبیبہ بنتِ خارجہ بن زید سے ان کا نکاح ہوا۔

۵۱:..... اسی سال غزوۂ بدر میں صحابہ کرامؓ میں سے چار بھائی شریکِ جہاد ہوئے: اِیاس، عاقل، خالد اور عامر رضی اللہ عنہم، پسرانِ بکیر بن عبد یالیل اللیثی بن عدی بن کعب بن لوی، اِیاسؓ سابقینِ اوّلین میں سے تھے، یہ اس وقت اسلام لائے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دارِ اَرقم بن ابی ارقم میں فروکش تھے، اور باقی تینوں بھائی ان کے بعد غزوۂ بدر سے پہلے اسلام لائے، پھر چاروں بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، اور عاقلؓ جنگِ بدر میں شہید ہوئے۔ ابنِ اثیرؒ نے ”اُسد الغابہ“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اور ”تذکرۃ القاری بحل رجال البخاری“ کے مصنف فرماتے ہیں کہ: اِیاسؓ کے بھائی عامرؓ بھی دارِ اَرقم کے ایام میں اسلام لائے تھے۔ اور زرقانی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں کہ: ”ان چاروں کے تین ماں شریک بھائی بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جن کے نام یہ ہیں: مُعَوِّذ، معاذ اور عوف۔ ان سب کی والدہ عفراء بنتِ عبید الانصاریہ النجاریہ ہیں، ان کا پہلا نکاح حارث بن رفاعہ انصاری سے ہوا تھا، جن سے تین آخر الذکر اولادیں ہوئیں، یعنی مُعَوِّذ، معاذ اور عوف۔ اور حارث کے انتقال کے بعد ان کا عقد بکیر بن عبد یالیل سے ہوا اور ان سے اوّل الذکر چار لڑکے ہوئے: اِیاس، عاقل، خالد اور عامر۔ گویا اس خوش قسمت خاتون کے سات بیٹے جنگِ بدر میں شریک ہوئے، اور یہ دُنیا کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ ان کے علاوہ سات بھائی اس شرف سے مشرف نہیں ہوئے۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

سپریم کورٹ کا مستحسن اقدام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جدوجہد کا تحریکی سلسلہ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں پہلی ختم نبوت کانفرنس (قادیان) سے شروع ہوا اور سال رواں ختم نبوت کی اس جدوجہد کو ۹۰ سال کا عرصہ ہو چکا ہے، اس نوے سالہ تاریخ میں مجاہدین ختم نبوت نے بہت سے نشیب و فراز دیکھے ہیں، البتہ ۵۰ سال قبل ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جانا اور ۴۰ سال قبل ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کا جاری ہونا، مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر پہرہ دینے والے مخلص علمائے کرام وکارکنانِ تحفظ ختم نبوت کے لئے صعوبتوں سے بھرے اس سفر کے سب سے راحت آمیز لحات تھے۔ قانونی اعتبار سے قادیانی فتنے کو سب سے زیادہ زک انہی تاریخی فیصلوں سے پہنچی ہے، یہی وجہ ہے کہ قادیانی گروہ اور ان کے سرپرستان اس قانون کو ختم کرانے یا کم از کم اسے بے اثر کرنے کی خفیہ سازشوں میں اپنی توانائیاں صرف کرنے میں مصروف ہیں تاکہ امت مسلمہ کی کامیابی وکامرانی کے اس چاند کو گرہن لگا سکیں۔

مگر چوں کہ اس آخری دین متین اسلام کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لیا ہے، اس لیے ابابیلانِ خدا کا کمزور ولاچار مگر ایمانی قوت سے لبریز لشکر ہر قادیانی سازش کو کھائے ہوئے بھوسے میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کی حالیہ مثال پاکستان کی عدالت عظمیٰ کا ۶ فروری کو دیا گیا ایک فیصلہ تھا، جس میں توہین مذہب کے ملزم مبارک ثانی نامی قادیانی کو ضمانت دیتے ہوئے غیر متعلق اور غیر ضروری تشریحات کی گئیں، جس کی بنا پر قادیانیوں کو ان کے کفریہ مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت ان کی چار دیواری کے اندر درست قرار دینے کا ابہام پیدا ہو رہا تھا، چنانچہ اس فیصلے کے خلاف تمام مذہبی و سیاسی جماعتیں یکجا ہو گئیں اور تمام اسلامیانِ پاکستان نے متفقہ احتجاج ریکارڈ کرایا، جس کے بعد عدالت نے ۲۴ جولائی کو نظر ثانی کرتے ہوئے دوسرا فیصلہ جاری کیا، جس میں پہلے فیصلے سے زیادہ فرق نہیں تھا، اس لیے اس فیصلے کو بھی تمام پاکستانی مسلم علمائے کرام اور عوام نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، ۱۳ اگست کو اسلام آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے کُل جماعتی اجلاس بلوایا، جس میں تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں نے نظر ثانی فیصلے کے خلاف مشترکہ مؤقف اپنایا، پارلیمان میں بھی سیاسی نمائندوں نے اس پر نکتۂ اعتراض اٹھایا، جس کے بعد اسپیکر قومی اسمبلی نے ایک پارلیمانی کمیٹی قائم کر دی جس نے عدالت میں نظر ثالث کی درخواست دائر کی، اس درخواست پر سماعت ۲۲ اگست کو ہوئی اور عدالت عظمیٰ نے سماعت وجرح کے بعد ایک مختصر فیصلہ جاری کرتے ہوئے اپنے سابقہ فیصلوں کی غلطیوں کی اصلاح کر لی اور مسلمانوں کے مؤقف کو تسلیم کر لیا، الحمدللہ! اس کی تفصیلی خبر ملاحظہ ہو:

”اسلام آباد (رپورٹ: رانا مسعود حسین) سپریم کورٹ آف پاکستان نے مبارک ثانی نظر ثانی فیصلے میں درستی سے متعلق پنجاب اور وفاق کی درخواستیں منظور کرتے ہوئے اپنے مختصر فیصلے میں 6 فروری اور 24 جولائی کے فیصلوں سے متنازع پیراگراف حذف

کر دیے، دورانِ سماعت چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے ریمارکس دیے کہ پارلیمان کی بات سر آنکھوں پر، غلطی کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے، غلطی ہو تو اصلاح بھی ہونی چاہیے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ شکایت کا ازالہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ دورانِ سماعت مفتی تقی عثمانی نے عدالت کی معاونت کرتے ہوئے کہا کہ فیصلے کے پیراگراف نمبر 7 اور 42 کو حذف کیا جائے۔ صاحبزادہ حامد رضا نے کہا کہ پورا فیصلہ غلط ہے، واپس لیا جائے۔ حافظ احسان کھوکھر نے کہا کہ پیرا حذف کرنے سے ابہام پیدا ہوگا، نیا فیصلہ قلمبند کیا جائے۔ فرید پراچہ نے کہا قادیانی تشہیر گھر کی چاردیواری میں کریں یا باہر قانوناً جرم ہے۔ مفتی حنیف قریشی نے کہا کہ مسلمان مضطرب ہیں، انہیں تسلی دیں۔ اسلامی اسکالر عطاالرحمٰن نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز سے متفق ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن، مفتی تقی عثمانی و دیگر علما نے معاونت کی، علما اور مذہبی جماعتوں کے نمائندوں کے دلائل پر عدالت نے مختصر فیصلہ سنایا۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد جے یو آئی نے آج یومِ تشکر منانے کا اعلان کر دیا، فیصلہ آتے ہی سپریم کورٹ کے باہر مظاہرین واپس چلے گئے اور فیصلے کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ تفصیلات کے مطابق چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی سربراہی میں جسٹس امین الدین خان اور جسٹس نعیم اختر افغان پر مشتمل تین رکنی بینچ نے جمعرات کے روز وفاق پاکستان اور پراسیکیوٹر جنرل پنجاب کی جانب سے دائر کی گئی مشترکہ متفرق درخواست کی سماعت کی تو عدالتی نوٹس پر مفتی محمد تقی عثمانی نے (ترکیہ) سے جبکہ علامہ سید جواد علی نقوی نے (لاہور) سے ویڈیو لنک پر دلائل دیے جبکہ مولانا فضل الرحمٰن، مفتی شیر محمد خان، مولانا محمد طیب قریشی، صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر اور مولانا ڈاکٹر عطاالرحمٰن ذاتی طور پر پیش ہوئے اور دلائل دیے، دورانِ سماعت نوٹس کے باوجود بوجہ مفتی منیب الرحمٰن، حافظ نعیم الرحمٰن، پروفیسر ساجد میر اور مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ پیش نہ ہو سکے، تاہم ان کی نمائندگی بالترتیب مفتی سید حبیب الحق شاہ، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، حافظ احسان احمد ایڈووکیٹ اور مفتی عبدالرشید نے کی اور ان کی جانب سے اپنے دلائل پیش کیے۔ عدالت کے 2 صفحات پر مشتمل مختصر تحریری فیصلے کے مطابق سپریم کورٹ کے مؤرخہ 24/جولائی 2024ء کے فیصلے میں تصحیح کے لیے وفاق پاکستان اور پراسیکیوٹر جنرل پنجاب کی جانب سے متفرق درخواست دائر کی گئی ہے، اس مقصد کے لیے پارلیمان نے بھی ایک متفقہ قرارداد منظور کی ہے، متفرق درخواست میں بعض جید علمائے کرام کا نام لے کر عدالت سے استدعا کی گئی تھی کہ اس مقدمے کی تشریح کرتے وقت ان کی آراء کو مدِّنظر رکھا جائے، فیصلے کے مطابق عدالت نے اس درخواست کو سماعت کے لیے منظور کرتے ہوئے ان علمائے کرام کو نوٹسز جاری کیے۔

..... عدالتی فیصلے کے مطابق علمائے کرام نے معترضہ فیصلے کے متعدد پیراگرافوں پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور ان کے حذف کے لیے تفصیلی دلائل بھی پیش کیے اور اس موضوع پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو بھی پیش نظر رکھنے پر زور دیا۔ فیصلے کے مطابق علمائے کرام کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد عدالت نے متفرق درخواست منظور کرتے ہوئے اپنے 6/فروری 2024ء اور 24/جولائی 2024ء کے سابق فیصلوں میں تصحیح کرتے ہوئے معترضہ پیراگرافس حذف کر دیے ہیں۔ عدالت نے قرار دیا ہے کہ ان حذف شدہ پیراگرافوں کو مستقبل میں عدالتی نظیر کے طور پر کسی بھی عدالت میں پیش یا استعمال نہیں کیا جا سکے گا، جبکہ ٹرائل کورٹ ان پیراگرافوں سے متاثر ہوئے بغیر ملزم مبارک ثانی کے خلاف توہین مذہب کے مقدمے کا فیصلہ قانون کے مطابق کرے۔ عدالت نے قرار دیا ہے کہ اس مختصر حکم نامے کی تفصیلی وجوہات بعد میں جاری کی جائیں گی۔ قبل ازیں جمعرات کے روز مقدمے کی سماعت شروع ہوئی تو اٹارنی جنرل بیرسٹر منصور عثمان اعوان پیش ہوئے اور متفرق درخواست سے متعلق دلائل دیتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ ”توہین مذہب“ سے متعلق مقدمے کے ملزم

مبارک ثانی کی ضمانت کے مقدمے کے فیصلے پر نظر ثانی شدہ فیصلے کے حوالے سے چند متنازعہ پیراگرافوں سے متعلق پارلیمانی اراکین اور علمائے کرام نے وفاقی حکومت سے رابطہ کرتے ہوئے اپیل کی تھی کہ حکومت کے ذریعے سپریم کورٹ سے دوبارہ رجوع کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے، اس لیے اس میں علمائے کرام کا مؤقف سنا جانا لازمی ہے، جس پر فاضل چیف جسٹس نے کہا کہ کہنا تو نہیں چاہیے، لیکن مجبور ہوں، میں ہر نماز میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھ سے کوئی غلط فیصلہ نہ کروائے۔ انہوں نے کہا کہ انسان اپنے قول وفعل سے پہچانا جاتا ہے، پارلیمان کی بات سر آنکھوں پر ہے، آئین کی 50ویں سالگرہ پر میں خود پارلیمان گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے مفتی تقی عثمانی سے بھی عدالت کی معاونت کرنے کو کہا تھا لیکن وہ ترکیہ گئے ہوئے ہیں، ہم نے مفتی منیب الرحمان کو بھی یہاں آنے کی زحمت دی تھی لیکن وہ نہیں آسکے ہیں، جس پر عدالت میں موجود ان کے نمائندہ نے کہا کہ مجھے مفتی منیب الرحمان نے بھیجا ہے۔ دورانِ سماعت مفتی تقی عثمانی نے ترکیہ سے ویڈیو لنک کے ذریعے دلائل پیش کرتے ہوئے عدالت کے 29 مئی کے فیصلے کے پیراگراف نمبر 7 اور 42 کو حذف کرنے کی استدعا کرتے ہوئے کہا کہ پیراگراف نمبر 42 میں تبلیغ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی غیر مشروط اجازت دی گئی ہے۔ جس پر فاضل چیف جسٹس نے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298 سی پڑھ کر سنائی، جس کے مطابق کسی بھی قادیانی جماعت کے اشخاص کو خود کو مسلمان ظاہر کر کے تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ قادیانی ایک اقلیت میں ہیں لیکن خود کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ دورانِ سماعت چیف جسٹس نے کہا کہ عدالتی فیصلے میں جو غلطیاں اور اعتراضات ہیں، آپ ان کی نشان دہی کر دیں، اگر ہمیں کوئی بات سمجھ نہ آئی تو ہم آپ سے سوال کر لیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمارا ملک ایک اسلامی ریاست ہے، اس لیے عدالتی فیصلوں میں قرآن و حدیث کے حوالے دیتے رہتے ہیں، تاہم میں بھی غلطیوں سے بالاتر نہیں ہوں، جس پر مفتی تقی عثمانی نے کہا کہ جب کوئی اس نوعیت کا معاملہ ہو تو لمبے لمبے فیصلے بھی لکھنا پڑتے ہیں، جس پر چیف جسٹس نے کہا کہ 6 فروری کا فیصلہ نظر ثانی کے بعد پیچھے رہ گیا ہے، اب ہمیں آگے کی جانب دیکھنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ میرا مؤقف ہے کہ ہم اس عدالت میں بیٹھ کر امریکا اور برطانیہ کے قوانین کی مثالیں تو دیتے ہیں، کیوں نہ اپنے مذہب کی مثالیں بھی دیں! کوئی میٹرک کا امتحان نہ دے تو فیل ہونے کا خطرہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ جس پر مفتی تقی عثمانی نے کہا کہ آپ کو اپنا فیصلہ جاری کرتے ہوئے طے شدہ معاملات سے زیادہ اصل معاملے کو وقت دینا چاہیے تھا، آپ نے فیصلے کے پیراگراف نمبر 7 میں لکھا ہے کہ احمدی نجی تعلیمی ادارے میں تعلیم دے رہا تھا، جس سے یہ تاثر مل رہا ہے کہ وہ نجی تعلیمی اداروں میں تعلیم دے سکتے ہیں، انہوں نے ملزم مبارک ثانی کے خلاف ایف آئی آر سے دفعات ختم کرنے کے حکم میں بھی ترمیم کی استدعا کرتے ہوئے کہا کہ ان دفعات کا اطلاق ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ ٹرائل کورٹ پر چھوڑ دیا جائے، انہوں نے کہا کہ اصلاح کھلے دل کے ساتھ کرنی چاہیے، انہوں نے کہا کہ عدالت نے کہا ہے کہ قادیانی بند کمرے میں تبلیغ کر سکتے ہیں، حالانکہ قانون کے مطابق قادیانیوں کو تبلیغ کی کسی صورت اجازت نہیں ہے، عدالت نے دفعہ 298C کو مدنظر نہیں رکھا ہے۔ جس پر چیف جسٹس نے کہا کہ اگر ہم وضاحت کر دیں تو کیا یہ کافی ہوگا؟ تو مفتی تقی عثمانی نے عدالت سے وضاحت کرنے کی بجائے فیصلے کے متعلقہ حصہ کو حذف کرنے کی استدعا کی...... صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے کہا کہ نظر ثانی فیصلے کا پیراگراف 42 حذف کیا جائے۔ دورانِ سماعت عدالت نے پی ٹی آئی کے اراکین قومی اسمبلی لطیف کھوسہ اور صاحبزادہ حامد رضا کو بات کرنے سے روکتے ہوئے کہا کہ آج کسی وکیل کا موقف نہیں سنیں گے، جس پر لطیف کھوسہ نے کہا کہ میں بطور

رکن پارلیمان اور قائمہ کمیٹی برائے لاء اینڈ جسٹس کے ممبر کے طور پر اپنا مؤقف پیش کرنے کے لیے آیا ہوں، انہوں نے کہا کہ ساتھی رکن قومی اسمبلی صاحبزادہ حامد رضا کے پارلیمان میں نکتہ اعتراض ہی پر تو یہ سارا معاملہ شروع ہوا تھا..... حامد رضا نے کہا کہ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ عدالت کا پورا فیصلہ ہی غلط ہے، اور ہم چاہتے ہیں کہ پورا فیصلہ ہی واپس لے لیا جائے۔ لطیف کھوسہ نے کہا کہ ہمیں بھی اراکین پارلیمان کے طور پر سنا جائے، تو چیف جسٹس نے کہا کہ پارلیمان بہت بااختیار ادارہ ہے، وہ تو سپریم کورٹ کے فیصلے کو بھی ختم کرسکتی ہے، آپ تو پارلیمان سے بھی یہ فیصلہ ختم کراسکتے ہیں۔ دورانِ سماعت پروفیسر ساجد میر کے نمائندہ حافظ احسان کھوکھر نے روسٹرم پر آکر مؤقف اختیار کیا کہ عدالت مختلف پیراگراف حذف کرنے کی بجائے نیا فیصلہ ہی قلمبند کرلے، اگر کوئی پیراگراف رہ گیا تو مزید ابہام پیدا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ عدالت مبارک ثانی کیس میں اپنے ابتدائی فیصلے سے اصلاح شروع کرے، جس پر مولانا فضل الرحمان بھی روسٹرم پر آ گئے اور مؤقف اختیار کیا کہ میں مفتی تقی عثمانی کی رائے سے مکمل اتفاق کرتا ہوں، مناسب یہی ہوگا کہ عدالت مبارک ثانی کیس میں جاری کیے گئے دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دے دے، ہم نہیں چاہتے کہ عدالتی فیصلے میں ابہام کا کوئی فائدہ اٹھائے، انہوں نے مزید کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اس تجویز سے تمام علمائے کرام متفق ہوں گے! انہوں نے کہا کہ سپریم کورٹ کو خود کو صرف ملزم کی ضمانت کی درخواست کی حد تک محدود رکھنا چاہیے تھا اور ٹرائل متعلقہ عدالت میں چلتا رہنا چاہیے۔ (روزنامہ جنگ کراچی، ۲۳/اگست ۲۰۲۴ء)

ہم عدالت عظمٰی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں کہ اُس نے اِس حساس معاملے کی نوعیت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کھلے دل کے ساتھ اپنی اصلاح کی اور علمائے کرام کے مؤقف کو سن کر اسے تسلیم کیا۔ حکومتِ پاکستان و حکومتِ پنجاب شکریے کی مستحق ہیں جنہوں نے اس معاملے کو سنجیدگی سے لے کر اپنا کردار ادا کیا۔ جب کہ تمام مکاتب فکر، مذہبی و سیاسی جماعتیں بھی مبارک باد کی مستحق ہیں جنہوں نے بھرپور احتجاجی مظاہروں کے ذریعے مسلمانوں کی ترجمانی کی۔ اس موقع پر ایک بار پھر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلے کی یاد تازہ ہوگئی کہ جب تمام مسلمان دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، سنی، شیعہ اپنی مسلکی شناختوں سے بالاتر ہوکر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے یکجا تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے مفتی محمد تقی عثمانی، علامہ شاہ احمد نورانیؒ سے ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے مولانا اللہ وسایا، پروفیسر غفور احمدؒ سے ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ سے پروفیسر ساجد میر، سید مظفر علی شمسیؒ سے علامہ سید جواد علی نقوی تک تمام قیادت نے اپنے اسلاف کے روشن کردار کی پیروی کی ہے۔ یقیناً یہ کامیابی اسی اتحاد و اتفاق کا نتیجہ ہے! دعا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے پوری امت مسلمہ یونہی یک زبان رہے اور فرقہ واریت کے ناسور سے دور رہے تاکہ قادیانی فتنے کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔

عدالت عظمٰی کے ۲۴/جولائی والے فیصلے پر راقم نے بھی ایک تفصیلی مضمون سپردِ قلم کیا تھا جو گزشتہ شماروں میں قسط وار شائع ہوا، ۲۲/اگست کی سماعت کے موقع پر راقم کو بھی اپنا مؤقف پیش کرنے کے لیے طلب کیا گیا، لیکن راقم ان دنوں موریشس (براعظم افریقا کا ایک ملک) میں تحفظ ختم نبوت کے تبلیغی دورے پر تھا، اس لیے میری جگہ نمائندگی کے لیے عدالت عظمٰی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے امیر مفتی عبدالرشید صاحب مدظلہ پیش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس فیصلے کو امت مسلمہ کے حق میں مبارک فرمائے، قادیانی ریشہ دوانیوں سے ملک و ملت کی حفاظت فرمائے، قادیانیوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور ہم سب کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تادم حیات قبول فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین

سپریم کورٹ نے

غلطی کی، اصلاح کر کے اچھا کیا!

جناب انصار عباسی

آخرکار سپریم کورٹ نے مبارک ثانی کیس کا فیصلہ کر دیا اور اس کیس کے متعلقہ اپنے سابقہ دو فیصلوں کے تمام متنازع پیراگراف حذف کرنے کا حکم نامہ جاری کر دیا۔ دوران سماعت چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے تسلیم کیا کہ اُن سے غلطی ہوئی، اُنہوں نے کہا کہ غلطی کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے، غلطی ہو تو اصلاح بھی ہونی چاہئے۔ اور یوں اپنے پہلے دو سابقہ فیصلوں کی غلطیوں کو تسلیم کرتے ہوئے وہ فیصلہ کیا جو پاکستان کے مسلمانوں کے لئے نہ صرف قابل قبول ہے بلکہ اس فیصلے نے پاکستان کو ایک ایسے شر اور فتنے سے بچا لیا ہے جس سے مبارک ثانی کیس کے پچھلے فیصلوں سے شدید خطرات پیدا ہو گئے تھے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلہ پر وہاں موجود مذہبی رہنماؤں اور علماء کرام کی طرف سے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا گیا۔ فیصلہ آتے ہی سپریم کورٹ کے باہر مظاہرین واپس چلے گئے اور فیصلے کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اس فیصلے کے بعد سوشل میڈیا کے ذریعے ایک مخصوص چھوٹے سے طبقے کی طرف سے چیف جسٹس کو کوسا جانے لگا اور یہ تاثر دیا گیا جیسے چیف جسٹس نے یہ فیصلہ مذہبی حلقوں کے دباؤ پر دیا۔ مبارک ثانی کیس کے اس فیصلہ سے نالاں طبقے کا مسئلہ سب اچھی طرح سمجھتے ہیں، یہ وہ طبقہ ہے جو قادیانیت کے حوالے سے طے شدہ معاملات کو دوبارہ کھولنا چاہتا ہے۔ یہ کہنا اور تاثر دینا کہ جیسے مبارک ثانی کیس کے سابقہ دو فیصلوں سے صرف مذہبی حلقوں کو اعتراض تھا قطعی درست نہیں۔ مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کے پہلے دو متنازع فیصلوں کو نہ صرف تمام مکاتب فکر کے علماء کی طرف سے متفقہ طور پر رد کیا گیا بلکہ قومی اسمبلی میں موجود تمام سیاسی جماعتوں چاہے اُنکا تعلق حکومت سے ہو یا اپوزیشن سے، سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ان فیصلوں کو نہیں مانتے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان فیصلوں کیخلاف سپریم کورٹ میں درخواست دائر کر کے اُنہیں ختم کروایا جائے۔ چاہے پیپلز پارٹی ہو، ن لیگ، پاکستان تحریک انصاف، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام، ایم کیو ایم یا کوئی اور سب اس معاملہ میں قومی اسمبلی میں ایک تھے۔ اگر کسی کو کوئی شک ہو تو قومی اسمبلی میں اس معاملہ پر کی گئی تقریروں کو سن لے، جو فیصلہ قومی اسمبلی کی کمیٹی نے اتفاق رائے سے کیا وہ پڑھ لے۔ پیپلز پارٹی کے عبدالقادر پٹیل کی تقریر کو ہی سن لیں تو سمجھ آ جائے گی کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں پیپلز پارٹی جیسی سیکولر سیاسی جماعت اور ٹی ایل پی کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں۔ جو اس معاملہ کو صرف مذہبی حلقوں سے جوڑتے ہیں وہ وکلاء کی مختلف تنظیموں اور بار کونسلز کے مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ کے سابقہ دو فیصلوں کے حوالے سے جاری بیانات بھی پڑھ لیں۔ قادیانیت کے حوالے سے اگر ایک طرف علماء کرام کا اتفاق رائے ہمیشہ رہا تو آئین پاکستان میں بھی سیاستدانوں کی طرف سے پوری قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے اسی اتفاق رائے کا اظہار ماضی میں بھی ہوا اور اب بھی ہوا۔ گویا مبارک ثانی کیس میں سپریم کورٹ نے جو پہلے دو فیصلے کیے وہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کے لئے تکلیف کا بھی باعث تھے اور نا قابل قبول بھی تھے۔ اگر سپریم کورٹ اور چیف جسٹس نے اپنی غلطی تسلیم کی اور جو غلط فیصلہ ہوا اُسے درست کیا تو اس پر اعتراض نہیں بلکہ اس عمل کی تحسین ہونی چاہیے۔ سپریم کورٹ نے 6/فروری 2024ء اور 24/جولائی 2024ء کے سابق فیصلوں میں تصحیح کرتے ہوئے معترضہ پیراگراف حذف کر دیے ہیں، عدالت نے قرار دیا ہے کہ ان حذف شدہ پیراگرافوں کو مستقبل میں عدالتی نظیر کے طور پر کسی بھی عدالت میں پیش یا استعمال نہیں کیا جا سکے گا، جبکہ ٹرائل کورٹ ان پیراگراف سے متاثر ہوئے بغیر ملزم مبارک ثانی کیخلاف توہین مذہب کے مقدمہ کا فیصلہ قانون کے مطابق کرے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی، ۲۶/اگست ۲۰۲۴ء)

سیرت طیبہ کا مطالعہ کیجئے!

مولانا محمد اسرار الحق قاسمیؒ

عہدِ حاضر کے انسان نے اپنا سارا جھکاؤ مادیت کی طرف کردیا ہے؛ اسی لیے اب وہ زندگی کے ہر پہلو اور ہر شے کو مادیت کی ترازو میں تولنا چاہتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسانی زندگی غیر متوازن ہو کر رہ گئی ہے اور بہت سے ایسے پہلو جو حیاتِ انسانی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، نظر انداز کیے جارہے ہیں۔ اخلاق، روحانیت اور انسانی قدریں تیزی سے روبہ زوال ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اب عوام الناس کے ایک بڑے طبقے کا ذہن روحانیت اور انسانی قدروں کو سمجھنے سے ہی قاصر ہوگیا ہے۔ روحانیت اور انسانی قدروں کی باتیں انھیں فرسودہ دکھائی دیتی ہیں اور وہ کھل کر ان کے خلاف آواز بھی بلند کرتے ہیں۔ دراصل مادی اور مشینی ماحول میں انسان کی حسّی صلاحیت کُند ہوجاتی ہے اور اس کا انسانی ضمیر مردہ ہوتا چلا جاتا ہے، جس کے باعث بہت سی وہ باتیں یا وہ واقعات جو غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہوتے ہیں، ان میں انھیں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ بقول اقبال: ’احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات‘‘۔ مثال کے طور پر وہ لباس جس میں عورت کا بدن نظر آئے، اس کے جسم کے نشیب وفراز دکھائی دیں، مشینی اور مادی ماحول میں رہنے والے انسان کو اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ اس کے دور رس نتائج کو بھی نہیں دیکھ پاتا۔ آج کے عہد میں اگر کوئی ایسے لباس کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے تو اسے آڑے ہاتھوں لے لیا جاتا ہے اور اس پر دقیانوسیت کا الزام لگادیا جاتا ہے۔ چاہے وہ لاکھ اس لباس کے نقصانات گنائے، کیسی کیسی مثالیں دے کر سمجھائے؛ کیونکہ مادیت پسند لوگوں کا ذہن اسے قبول ہی نہیں کرتا۔ وہ تو صرف سکّے کے ایک رخ کو دیکھتا ہے جو جس طرح رہنا چاہے رہے، جو جس طرح کے کپڑے پہننا چاہے، پہنے، یہ اس کی اپنی پسند ہے۔ انسان کو آزادی حاصل ہے اور آزادی کا تقاضا ہے کہ اسے اس کی مرضی وپسند پر چھوڑ دیا جائے؛ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ جب کچھ عورتیں اپنی مرضی وپسند سے اسکارف یا برقع پہنتی ہیں تو وہ ان کے خلاف آواز بلند کرنے لگتے ہیں اور حجاب پر پابندی لگانے کی بات کرنے لگتے ہیں۔ نہ جانے اس وقت ان کا نعرۂ آزادی کہاں چلا جاتا ہے؟ اسے ذہنیت کا بگاڑ نہیں کہا جائے تو کیا کہا جائے؟۔

اس طرح کے خیالات صرف غیر مسلم اقوام کے ہی نہیں ہیں؛ بلکہ مسلمان بھی اب ان باتوں سے متاثر دکھائی دے رہے ہیں۔ اخلاق، روحانیت، قدریں ان کے معاشرے میں دم توڑ رہی ہیں۔ اب مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقے کو بھی ہر طرح کی آزادی کا نعرہ لبھا رہا ہے۔ لباس کی آزادی، اجنبی مرد وعورت کے مابین دوستی کی آزادی، اختلاطِ مرد وزن کی آزادی، حجاب اور برقع سے آزادی، اپنی مرضی سے کچھ بھی کرنے کی آزادی۔ مسلمانوں کے مابین یہ تبدیلی بھی ماحول کی دَین ہے۔ غیر مسلم قوموں کی طرح مسلمان بھی مادیت پسند ہوگئے ہیں۔ انھیں بھی ڈھیر ساری دولت چاہیے۔ تعیش ومستی کے وسائل وذرائع چاہئیں۔ انھوں نے بھی زندگی کو صرف ایک ہی رخ سے دیکھنا شروع کردیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کے درمیان یہ تغیر وتبدیلی کیوں کر واقع ہوئی؟ اس کے اسباب ومحرکات کیا ہیں؟

ظاہر ہے کہ اس کی بنیادی وجوہات میں سے بڑی وجہ دین سے دوری ہے۔ بہت کم مسلمان ہیں جو دین کی تعلیمات سے واقف ہیں۔ دین کے حوالے سے انھیں بنیادی باتوں تک کا علم نہیں۔ اس دور کے انسان کی ذہنیت اور اسلام کے درمیان کیا فرق ہے۔ انھیں معلوم نہیں اور اگر اتنا پتہ ہے کہ اسلام عہد جدید کی بہت سی باتوں کے خلاف ہے تو یہ پتہ نہیں کہ اس کی وجوہات کیا ہیں۔ مثلاً اس دور میں بے حیائی معیوب نہیں ہے؛ لیکن اسلام اس کا مخالف ہے۔ حدیث ہے: ’’الحیاء شعبة من الایمان‘‘ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

اجنبی مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط کا اسلام قائل نہیں؛ جب کہ عہدِ جدید کا ذہن اختلاطِ مرد وزن میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا؛ بلکہ اسے بہتر خیال کرتا ہے۔ اتنا ہی نہیں؛ بلکہ غیر مردوں اور غیر عورتوں کے درمیان دوستی بھی دورِ جدید میں درست ہے؛ حالانکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عہدِ حاضر میں زنا کاری وفحاشی بھی معیوب نہیں سمجھی جاتی۔ اگر بالغ مرد وعورتیں بنا نکاح کے آپسی رضا مندی سے باہم جنسی وجسمانی تعلقات بناتی ہیں تو یہ بھی کوئی غلط قدم نہیں؛ جب کہ اسلام میں زنا چاہے وہ بالجبر ہو یا بالرضا حرام ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن میں زنا کے قریب تک جانے کی بھی ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”لاتقربو الزنا“ (زنا کے قریب بھی مت جاؤ) زنا کاری جیسا قبیح عمل صرف غیر مسلمان سوسائٹیوں میں ہی نہیں ہو رہا ہے؛ بلکہ مسلمان سوسائٹیاں بھی اس تعلق سے پیچھے نظر نہیں آتیں، مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان اس ذہنی اور عملی یکسانیت و ہم آہنگی کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان بھی مادیت کے سمندر میں ڈوب گئے ہیں اور دین سے دور ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں۔

دین اسلام سے دوری کی وجہ اگرچہ موجودہ زمانے کا غیر مذہبی ماحول تو ہے ہی؛ مگر ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان خود دینی تعلیم حاصل نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا سارا زور عصری تعلیم پر ہے، جس کے حصول کے بعد ان کے خیالات اور زیادہ مادی ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں یہ نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کو دینی تعلیم کی طرف راغب کیا جائے اور قرآن وحدیث کے مطالعے کا ان میں شوق پیدا کیا جائے۔ چاہے وہ کسی بھی شعبے سے جڑے ہوئے ہوں، قرآن وحدیث سے وہ وابستہ رہیں۔ اپنے ذہن کو صاف کرنے، اپنے احساس وضمیر کو زندہ رکھنے اور اپنی زندگی کو دین کے مطابق گزارنے کے لیے سیرت کا مطالعہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیسے بسر ہوئی؟ جب آپ کئی کئی فاقوں سے ہوتے کیسے صبر سے کام لیتے اور مطمئن رہتے۔ جب آپ کے پاس بہت سا مال آتا، تو اسے راہِ خدا میں کیسے خرچ کر دیتے، جب آپ تنہائی میں ہوتے تو آپ کے اعمال کیا ہوتے اور جب لوگوں کے درمیان ہوتے تو آپ کیسے رہتے؟ بات کرتے تو کس قدر نرم گفتاری سے کام لیتے، وعدہ کرتے تو کیسے اسے نبھاتے، بیویوں کے ساتھ آپ کا سلوک کتنا عمدہ ہوتا، پڑوسیوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ کیسا ہوتا، محلہ داروں کے ساتھ کیسے پیش آتے۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کیسے کرتے، انسانوں کے ساتھ آپ کا سلوک کتنا اعلیٰ ہوتا اور جانوروں کا آپ کس قدر خیال رکھتے تھے۔ عبادتِ الٰہی میں آپ کس درجہ استغراق فرماتے۔ مسائل میں گھرے ہوتے تو انھیں کیسے حل کرتے، دشمنانِ اسلام حملہ آور ہوتے تو کیسے دفاع کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کس قدر عمدہ تھی اور کس قدر حکمت کے ساتھ

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، فیصل آباد

الحمدللہ! 22/اگست 2024ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب ۱۷ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس بمقام الفتح گراؤنڈ سلیمی چوک ستیانہ روڈ فیصل آباد میں زیر صدارت امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب، زیر سرپرستی مفتی محمد طیب صاحب، حضرت مولانا سید نذیر احمد شاہ صاحب، مولانا محمد یوسف ثالث صاحب، حضرت مولانا قاری عزیز الرحمٰن رحیمی، زیر نگرانی حضرت مولانا مفتی سید خبیب احمد شاہ صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد منعقد ہوئی۔ جس میں تلاوت: قاری حامد صدیق صاحب، نعتیہ کلام: شاعر ختم نبوت جناب سید سلمان گیلانی صاحب، مولانا شاہد عمران عارفی صاحب، مولانا شاہد محمود صاحب، قاری محمود مدنی صاحب، بیانات: حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب، سید ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب، مفتی عبدالشکور رضوی صاحب، مفتی عبد الواحد قریشی صاحب، مولانا محمد یوسف شیخوپوری صاحب، مولانا توصیف احمد صاحب چناب نگر، مولانا خالد عابد صاحب سرگودھا، مولانا عزیز اللہ فاروقی، مولانا غازی عبدالرشید سیال مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد، سیکورٹی کے انتظامات: جامعہ اسلامیہ امدادیہ، جامعہ دارالقرآن فیصل آباد۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے بسوں پر قافلے تاندلیانوالہ، ستیانہ، جڑانوالہ، چک جھمرہ، دسوہہ، جھوک کھرلاں، ملاں پور، کٹاریاں، پاندیاں والا، کھڑیانوالہ، سدھار، آمین پور۔ اس کے علاوہ تمام مدارس کے حضرات قافلوں کی شکل میں تشریف لائے۔ اختتامی دعا امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کروائی۔ کانفرنس بعد از مغرب شروع ہوئی اور رات سوا ایک بجے دعا ہوئی۔

آپ نیکی کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔ غرض سیرت طیبہ میں انسانی زندگی کے بہت سے پہلو نظر آجائیں گے۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات پڑھتے ہوئے دل ودماغ پر مثبت اور اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ذہن صاف ہوتا ہے، دل روشن ہوتا ہے۔انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی طرف نگاہ جاتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ ''زندگی'' کتنی قیمتی ہے اور زندگی کے اصل تقاضے ومطالبات کیا ہیں؟ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سیرت کی کتابوں کو اپنے مطالعے میں ضرور رکھیں ۔ اگر زیادہ وقت نہ ملے تو روزانہ پندرہ بیس منٹ مطالعۂ سیرت کے لیے ضرور نکالیں۔اگر کسی کے پاس زیادہ وقت ہو تو وہ اور زیادہ وقت سیرت طیبہ کے مطالعے پر صرف کرے۔آج مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو سیرت طیبہ سے ناواقف ہے ، دوچار واقعات تک ہی ان کا مطالعہ محدود ہے۔صرف اتنے سے کام نہیں چلنے والا۔آپ کی پوری زندگی کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سیرت کی متعدد کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں یعنی سیرت طیبہ کے بارے میں خاصی معلومات رکھتے ہیں لیکن اب وہ سیرت کے مطالعے سے جڑے ہوئے نہیں ہیں ۔یہ بھی مناسب بات نہیں ہے۔مطالعۂ سیرت اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے استقلال کے ساتھ اپنے مطالعے میں رکھا جائے؛ تاکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات ومعمولات سے مسلمان نہ صرف آگاہ رہیں؛ بلکہ ان کے اثرات سے فیضیاب بھی ہوتے رہیں۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ ایک وقت بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے؛ لیکن آہستہ آہستہ اس کا اثر ہلکا ہوتا جاتا ہے؛ کیونکہ اور بہت سی چیزیں اس کی زندگی میں آتی رہتی ہیں اور متاثر کرتی رہتی ہیں۔ کسی چیز سے مستقل متاثر رہنے کے لیے اس کا استحضار ضروری ہے اور اس کے زیر اثر رہنا اہم ہے۔اگر کوئی سیرت طیبہ کے اثرات کو اپنے اوپر طاری رکھنا چاہتا ہے تو وہ سیرت کے مطالعے سے جڑا رہے۔اس بات سے بھلا کون انکار کرے گا کہ سیرت طیبہ تمام مسلمانوں کے لیے آئیڈیل ہے۔اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ قدم پر چلنے میں ابدی کامیابی ہے تو پھر مسلمان آپ کی حیاتِ طیبہ کو کیوں نہ سامنے رکھیں اور اس سے روشنی حاصل کریں۔سیرت کا مطالعہ جس قدر زیادہ ہوگا، اسی قدر دین اسلام سے قربت ہوگی، اسلامی نقطۂ نظر بنے گا، تفقہ فی الدین حاصل ہوگا، زندگی معتبر ہوگی، دونوں جہان کی کامیابی کا تصور ذہن میں ابھرے گا، احساس وضمیر بیدار رہے گا، انسان اپنی اصل فطرت کی طرف عود کرے گا اور غیر فطری باتوں اور کاموں سے دور ہوتا جائے گا۔

فی زمانہ مسلمان مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہیں ، ہر طرف انھیں گھیرنے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے، ان پر الزامات لگائے جارہے ہیں، ان کی شبیہ کو مشکوک ومشتبہ بنایا جارہا ہے، خود ان کی سوسائٹیاں جرائم اور بداعمالیوں کے نرغے میں ہیں۔ایسے بدتر حالات سے نکلنے کے لیے بھی سیرت طیبہ معاون ثابت ہوگی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا تقاضا ہے کہ مسلمان آپ کی سنتوں پر عمل پیرا ہوں، جو آپ نے ارشاد فرمایا اور جس طرح آپ نے زندگی گزاری، اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔سیرت کا مطالعہ کریں اور اسے عمل میں بھی لائیں۔ یہ نہیں کہ صرف نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنی محبت کو محدود رکھیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے روشنی حاصل نہ کریں۔جتنی جلدی مسلمان سیرت طیبہ سے حقیقی طور پر جڑ جائیں گے، اسی قدر بات بہتر ہوگی۔☆☆

اوکاڑہ میں ختم نبوت علماء کنونشن

۱۱ر اگست کو صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک جامعہ محمودیہ عیدگاہ اوکاڑہ میں ختم نبوت علماء کنونشن منعقد ہوا۔صدارت مقامی امیر مولانا قاری محمد الیاس مدظلہ نے کی، جبکہ مہمان خصوصی نامور خطیب مولانا عبدالرؤف چشتی مدظلہ تھے۔اوکاڑہ وقصور کے مبلغ مولانا عبدالرزاق مجاہد نے کنونشن کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ کنونشن گولڈن جوبلی کانفرنس لاہور میں شرکت کی دعوت دینے کے لئے منعقد ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ! اہالیان اوکاڑہ اس روز ختم نبوت ریلی بھی نکالیں گے اور قافلہ کی صورت میں لاہور کانفرنس میں شریک ہوں گے۔مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ''ختم نبوت تحریک منزل بہ منزل'' کے عنوان سے خطاب کیا۔قادیان سے چناب نگر تک اور چناب نگر سے لندن تک قادیانیت کے تعاقب کو تفصیلی بیان کیا اور لاہور یوم الفتح کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ پچاس سے زائد علماء کرام شریک ہوئے اور انہوں نے اپنی اپنی مساجد اور مدارس سے قافلے تیار کرنے کا ارادہ کیا۔

۷ستمبر ۱۹۷۴ء سے ۷ستمبر ۲۰۲۴ء تک

پچاس سالہ جدوجہد تحفظ ختم نبوت کا تذکرہ

مفتی خالد محمود صاحب

۷ستمبر ۱۹۷۴ء پاکستان کی تاریخ بلکہ امت مسلمہ کی تاریخ کا وہ تابناک دن ہے جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اس طرح جسدِ ملت اسلامیہ سے اس سرطان کو کاٹ کر علیحدہ کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے جسد کو محفوظ کر دیا۔

۷ستمبر ۲۰۲۴ء کو اس فیصلہ کے پچاس سال مکمل ہو رہے ہیں۔ اس موقع پر پورے پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں اس فیصلہ کی گولڈن جوبلی منائی جارہی ہے۔ جگہ جگہ کانفرنسیں، سیمینار، جلسے، ریلیوں کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

۷ستمبر کا دن ویسے ہی انتہائی اہمیت کا حامل دن ہے کہ اس دن پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ ہوا، اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کا جھنڈا بلند ہوا، آپ کی ختم نبوت کا تحفظ ہوا۔ اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کی قربانیاں رنگ لائیں اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرخرو ہوئے۔ تاجدارِ ختم نبوت کی عزت و ناموس پر نقب زنی کرنے والے اور آپ کی ردائے ختم نبوت کو چھیننے والے ذلیل ورسوا ہوئے۔ اس دن پورے عالم اسلام میں پاکستان کا وقار بلند ہوا اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو خوشی ومسرت کا وہ عظیم لمحہ میسر آیا جس سے ان کے دل و دماغ مسرت وشادمانی سے جھوم اٹھے۔

آج پچاس سال کے بعد ۷ستمبر کی اہمیت اور قدر وقیمت اس لیے بھی دوچند ہوجاتی ہے کہ ۷ستمبر ۱۹۷۴ء سے لے کر آج تک اس پچاس سال کے عرصہ میں قادیانیوں اور ان کے سرپرستوں نے نہ صرف یہ کہ اس آئین کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس قانون کو ختم کرنے یا اسے غیر مؤثر بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، غنڈہ گردی، کمینگی کی ہر حد پار کی، جھوٹی کہانیاں گھڑیں، اپنی خودساختہ مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹا، اپنے حقوق کی پامالی کا رونا رویا، باطل وکفر کا ہر دروازہ کھٹکھٹایا جہاں سے انہیں ذرہ بھر امید تھی، دنیائے کفر نے بھی اپنا زور لگایا، پاکستان کی ہر حکومت کو ڈرایا، دھمکایا، پاکستان پر طرح طرح کی پابندیاں لگائیں، مگر تمام تر زور لگانے اور ہر طرح کی کوشش کرنے، گھٹیا اور ذلیل ہتھکنڈے استعمال کرنے کے باوجود وہ اس قانون کو ختم کرنا تو درکنار اس میں معمولی سی تبدیلی کرنے پر بھی قادر نہ ہوسکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اوراعجاز ہے۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اس پر ایمان لانا اسی طرح ضروری ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا، کیوں کہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی سو سے زائد آیات اور دوسو احادیث سے ثابت ہے، اُمت کا سب سے پہلا اجماع بھی اسی پر منعقد ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلامی تاریخ کے کسی دور میں مشکوک اور مشتبہ نہیں رہا اور نہ ہی کبھی اس پر بحث کی ضرورت سمجھی گئی، اور نہ اُمت اس عقیدے کے بارے میں کبھی دو رائے کا شکار ہوئی۔ بلکہ ہر دور میں متفقہ طور پر اس پر ایمان لانا ضروری سمجھا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان درحقیقت اس اُمت پر ایک احسان عظیم ہے، اس عقیدہ نے اس امت کو ایک وحدت کی لڑی میں پرو دیا ہے، آپ پوری دنیا میں کہیں چلے جائیں اور آپ ہر دور اور ہر عہد کی تاریخ کا مطالعہ کریں، آپ کو نظر آئے گا کہ خواہ کسی قوم، کسی زبان، کسی علاقہ اور کسی عہد کا باشندہ ہو، اگر وہ مسلمان ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا ایمان ہے تو ان کے عقائد، ان کی عبادات، ان کے دین کے ارکان، ان کے طریقہ میں آپ کو یکسانیت اور وحدت نظر آئے گی، جس طرح حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پانچ نمازیں فرض تھیں، اسی طرح آج بھی پانچ نمازیں فرض ہیں، ان کے جو اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے، وہی آج بھی ہیں۔ اسی طرح روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام بھی سب کے لیے یکساں ہیں۔ یہ سب نتیجہ ہے ختم نبوت کا، اتمام نبوت کا، اکمال شریعت کا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں:

’’اس عقیدہ نے اسلام کو انتشار پیدا کرنے والی اور ملت کو پارہ پارہ کرنے والی اُن تحریکات اور دعوتوں کا شکار ہونے سے بچایا جو تاریخ اسلام کی طویل مدت اور عالم اسلام کے وسیع رقبہ میں وقتاً فوقتاً سر اٹھاتی رہیں۔ اسی عقیدہ کا فیض تھا کہ اسلام ان مدعیانِ نبوت اور محرفین اسلام کا بازیچۂ اطفال بننے سے محفوظ رہا جو تاریخ کے مختلف وقفوں اور عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں پیدا ہوتے رہے۔ ختم نبوت کے اسی حصار کے اندر یہ ملت ان مدعیوں کے دستبرد اور یورش سے محفوظ رہی جو اس کے ڈھانچے کو بدل کر ایک نیا ڈھانچہ بنانا چاہتے تھے اور وہ ان تمام سازشوں اور خطرناک حملوں کا مقابلہ کر سکی، جن سے کسی پیغمبر کی اُمت اس سے پہلے محفوظ نہیں رہی اور اتنے طویل عرصہ تک اس کی دینی اور اعتقادی یکسانیت قائم رہی۔ اگر یہ عقیدہ اور حصار نہ ہوتا تو یہ امت واحدہ ایسی مختلف اُمتوں میں تقسیم ہو جاتی جن میں سے ہر امت کا روحانی مرکز الگ ہوتا۔ علمی اور تہذیبی سرچشمہ الگ ہوتا۔ ہر ایک کی الگ تاریخ ہوتی، ہر ایک کے الگ اسلاف اور مذہبی پیشوا ہوتے، ہر ایک کا الگ ماضی ہوتا۔‘‘

عقیدہ ختم نبوت صرف مسلمانوں اور اسلام کا ہی متفقہ عقیدہ نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی شریعت کا بھی متفقہ عقیدہ ہے۔

اس لیے ختم نبوت کا انکار صرف ختم الرسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں، بلکہ تمام انبیاء کرام کی توہین ہے، اس حقیقت کو علامہ اقبال نے بھی اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

’’قرآن کریم کے بعد نبوت و وحی کا دعویٰ تمام انبیاء کرام کی توہین ہے، یہ ایک ایسا جرم ہے جس کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا، ختمیت کی دیوار میں سوراخ کرنا دینیات کے تمام نظام کو درہم برہم کر دینے کے مترادف ہے۔ قادیانی فرقہ کا وجود عالم اسلام، عقائد اسلام، شرافت انبیاء، خاتمیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کاملیت قرآن کے لیے قطعاً مضر و منافی ہے۔‘‘

عقیدہ ختم نبوت اس امت کی بقا کا ضامن ہے، جب تک یہ ختم نبوت کا عقیدہ موجود ہے، یہ امت، امت رہے گی۔ اگر یہ عقیدہ نہ رہا تو پھر یہ امت، اُمت بھی نہیں رہے گی بلکہ اُمتیں جنم لیں گی اور اُمتیں بھی گروہ اور جماعتیں بنیں گی، ایک کھیل تماشا ہوگا، آئے دن کسی گوشہ اور کونہ سے ایک نبی اٹھے گا، ایک ایک شہر سے کئی کئی نبی اُبھریں گے، ان میں مناقشت چلے گی، ہر ایک اپنے دعویٰ کو مؤثر بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا اور اپنے ماننے والوں کی تعداد بڑھائے گا اور پھر ان میں مقابلہ بازی ہوگی اور اس طرح اس امت کا امت پنا ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے علامہ اقبال نے یہ حقیقت واشگاف الفاظ میں بیان کی۔

’’دین و شریعت تو قائم ہیں کتاب و سنت سے، دین و شریعت کی بقا اور دین و شریعت کا استمرار اور وجود مربوط ہے کتاب و سنت سے، جب تک کتاب و سنت ہے، دین باقی ہے، دین و شریعت باقی ہے، لیکن امت کی بقا ختم نبوت کے عقیدے سے ہے۔‘‘

(بحوالہ خطبات مفکر اسلام، جلد ۵، ص ۱۰۹)

اسلام کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے اس کلمہ کے دو جز ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف و اقرار۔ اور اس اعتراف و اقرار کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مدعی الوہیت کا وجود نا قابل برداشت ہے، اسی طرح محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کا بساط نبوت پر قدم رکھنے کی جرأت کرنا بھی لائق تحمل نہیں، یہی ’’عقیدہ ختم نبوت‘‘ کہلاتا ہے۔ جس پر صدرِ اول سے آج تک امت مسلمہ قائم رہی ہے۔

جو لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ایمان و اقرار سے سرشار ہو کر نورِ ایمان سے منور ہو چکے ہیں اور اسلامی برادری کا حصہ ہونے پر فخر کرتے ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ مشرکوں کی سرکوبی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کے خلاف بھی سینہ سپر ہو جائیں اور جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے طلسم کو پاش پاش کر کے رکھ دیں۔ اسی ذمہ داری کا نام ’’تحفظ ختم نبوت‘‘ ہے۔

چونکہ اس عقیدہ کا تحفظ دین کی اساس اور بنیاد ہے، کیوں کہ عقیدہ ختم نبوت ہے تو ہمارا دین محفوظ ہے، عقیدہ ختم نبوت ہے تو قرآن محفوظ ہے، عقیدہ ختم نبوت ہے تو دین کی تعلیمات محفوظ ہیں۔ اگر یہ عقیدہ باقی نہیں رہتا تو پھر نہ دین باقی

رہے گا، نہ اس کی تعلیمات اور نہ قرآن باقی رہے گا، کیوں کہ بعد میں آنے والے ہر نبی کو دین میں تبدیلی، تنسیخ کا حق ہوگا۔ اس لیے اس عقیدہ پر پورے دین کی عمارت قائم ہے، اسی میں امت کی وحدت کا راز مضمر ہے یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی نے اس عقیدہ میں نقب لگانے کی کوشش کی یا اس مسئلہ سے اختلاف کرنے کی کوشش کی اسے امت مسلمہ نے سرطان کی طرح اپنے جسم سے علیحدہ کر دیا۔ اس لیے ختم نبوت کا تحفظ یا بالفاظ دیگر منکرین ختم نبوت کا استیصال دین کا ہی ایک حصہ ہے اور مسلمانوں نے ہمیشہ اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک نئے فتنے کی بنیاد رکھی۔ اپنے ماننے والوں کو مسلمان کہا اور نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو کافر کہا۔ قادیانیت دین محمدی کے خلاف ایک بغاوت ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلام کے مقابلے میں ایک نیا متوازی دین لا کھڑا کیا، قادیانی نظریات کا خلاصہ یہ ہے:

☆……قادیانیت اسلام کے متوازی ایک نیا دین ہے۔

☆……نبوت محمدیہ کے متوازی ایک نئی نبوت۔

☆……قرآن کریم کے متوازی نئی وحی۔

☆……اسلامی شعائر کے متوازی قادیانی شعائر۔

☆……امت محمدیہ کے متوازی ایک نئی امت۔

☆……مسلمانوں کے مکہ مکرمہ کے مقابلے میں نیا مکۃ المسیح۔

☆……مدینہ منورہ کے مقابلے میں مدینۃ المسیح۔

☆……اسلامی حج کے مقابلے میں ظلی حج۔

☆……اسلامی خلافت کے مقابلے میں قادیانی خلافت۔

☆……امہات المؤمنین کے مقابلے میں قادیانی ام المؤمنین۔ وغیرہ وغیرہ۔

مرزا محمود احمد صاحب (قادیانیوں کے خلیفۂ سوم) نے اسلام اور قادیانیت کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا تھا:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا غلام احمد) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے (مسلمانوں سے) اختلاف ہے۔“ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل ۳۰؍ جولائی ۱۹۳۸ء)

اس طرح مرزا قادیانی کی اس نئی نبوت اور نئے دین کو نہ ماننے والے مسلمان کافر اور جہنمی قرار پائے، چنانچہ مرزا قادیانی کا الہام ہے:

”جو شخص تیری پرواہ نہ کرے گا، اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔“

(اشتہار معیار الاخیار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم ص:۲۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے لڑکے مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“

(آئینہ صداقت، ص:۳۵)

مرزا قادیانی کے منجھلے لڑکے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ:

”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔“

(کلمۃ الفصل، ص:۱۱۰)

بنیادی طور پر قادیانیت ہمیشہ انگریز کی حلیف اور اسلام اور مسلمانوں کی حریف ہے۔ قرآن کریم، یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کا سب سے بدتر دشمن قرار دیتا ہے، مگر ان کے بعد قادیانی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ قادیانیوں کے خلیفۂ دوئم مرزا محمود صاحب نے اپنے مریدوں کو اسلام کی مخالفت کی بار بار تاکید کی ہے، مثلاً:

الف:……”ساری دنیا ہماری دشمن ہے، اور جب تک ہم ساری دنیا کو احمدیت میں شامل نہ کر لیں، ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں۔“

ب:……”ہماری بھلائی کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم تمام لوگوں کو اپنا دشمن سمجھیں۔“ (الفضل، ۲۵؍اپریل ۱۹۳۰ء)

ج:……”وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) پر ایمان رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ سب کچلے جائیں گے صرف

ہم باقی رہیں گے۔‘‘ (الفضل، ۳؍اپریل ۱۹۲۸ء)

د:......’’جب تک تمہاری بادشاہت قائم نہ ہوجائے تمہارے راستے کے کانٹے دور نہیں ہوسکتے۔‘‘ (الفضل، ۲۵؍اپریل ۱۹۳۰ء)

’’قادیانیوں کی اسلام دشمنی کا ایک مظہر یہ ہے کہ مسلمانوں پر جب بھی افتاد پڑی تو قادیانیوں نے اس پر خوشی کے شادیانے بجائے۔‘‘ (تحفہ قادیانیت، جلد سوم، ص۴۷۶، ۴۷۷)

قادیانیوں نے ازواجِ مطہرات کے مقابلے میں مرزا کی بیوی کو ام المؤمنین کا لقب دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں مرزا کے ساتھیوں کو صحابہ سے تعبیر کیا، مرزا کے خلیفہ اول نور الدین کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی، گنبد خضراء کے مقابلے میں قادیان کا گنبد بیضا پیش کیا۔

قادیانیت کی اسلام سے بغاوت اور پھر اسلام دشمنی کے گھٹیا کردار کو دیکھتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم نے اس وقت کی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ قانونی طور پر قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ اقلیت تسلیم کرے، لیکن انگریز اپنے خود کاشتہ پودے (قادیانیت) کے حق میں مسلمانوں کا یہ مطالبہ کیسے تسلیم کرسکتا تھا۔ چنانچہ انگریزی دور میں قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں کی جاسوسی کرتے رہے، قیام پاکستان کے بعد ملکی حالات بہت کمزور تھے، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانیوں نے اپنے جامہ سے باہر پاؤں پھیلانا شروع کیے، اور پورے پاکستان کو یا کم از کم بلوچستان کو مرتد کرنے کا اعلان کردیا، اس سے مسلمان مشتعل ہوگئے، ۱۹۵۳ء کی تحریک چلی اور وہی مطالبہ کیا گیا جو علامہ اقبال نے انگریزی حکومت سے کیا تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، لیکن اس وقت کی حکومت پر قادیانیوں کا گہرا تسلط تھا، اسی لیے مسلمانوں کے مطالبہ کو ٹھکرادیا گیا، اور فوج کی طاقت سے تحریک کو کچل دیا گیا، شہیدان ختم نبوت کے خون سے نہ صرف بازار اور سڑکیں لالہ زار ہوئیں، بلکہ دریائے راوی کی موجیں ان لاشوں کا مدفن بنیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت اگرچہ کچل دی گئی، لیکن اس سے قادیانیت کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہوگئی، اور اس کا غلغلہ تھم گیا، نیز قدرت کی بے آواز لاٹھی نے ان تمام لوگوں سے انتقام لیا جنھوں نے تحریک ختم نبوت سے غداری کی تھی، خواجہ ناظم الدین صاحب، ظفر اللہ خان قادیانی کو وزارت خارجہ سے الگ کرنے پر آمادہ نہ تھے، قدرت نے قادیانی وزارت خارجہ کے ساتھ خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ پر بھی خط تنسیخ کھینچ دیا، خواجہ صاحب بڑے بے آبرو ہوکر کوچہ وزارت سے نکلے۔ اور آخر تک ان کا سیاسی وقار بحال نہ ہوسکا، پنجاب سے دولتانہ حکومت رخصت ہوئی، اور پھر کبھی ان کو حکومت کا خواب دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

۱۹۷۱ء کے انتخابات میں قادیانی، مسٹر بھٹو کے حلیف تھے اور انہوں نے بھٹو صاحب کو جتوانے میں ہر ممکن تعاون کیا تھا۔ چنانچہ جب پاکستان کو دو ٹکڑے کرکے مسٹر بھٹو تخت اقتدار پر براجمان ہوئے تو قادیانیوں کے لیے ایک بار پھر مسٹر ظفر اللہ خاں کا دور لوٹ آیا۔ اور انہوں نے نہ صرف تعلیم گاہوں میں قادیانی ارتداد کی تبلیغ شروع کردی۔ بلکہ مسلمانوں کے گھروں اور مسجدوں میں بھی اشتہارات اور پمفلٹ پھینکنے شروع کردیئے۔ قادیانی نجی مجلسوں میں مسلمانوں کو دھمکیاں دینے لگے کہ ان کی حکومت عنقریب قائم ہونے والی ہے، اور قادیانیوں کے خلیفہ ربوہ نے اشاروں، کنایوں میں قادیانیوں کو خاص قسم کی تیاریوں کا حکم دے دیا، لیکن قدرت ایک بار پھر ان کے غرور کو خاک میں ملانا چاہتی تھی۔ قادیانیوں نے ربوہ اسٹیشن پر نشتر کالج ملتان کے طلباء پر اپنی قوت کا مظاہرہ کیا اور نوجوان طلباء کو لہولہان کردیا، اس سے پورے ملک میں قادیانیوں کی اسلام دشمنی کے خلاف نفرت و بے زاری کی تحریک پیدا ہوئی اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ مطالبہ کیا جانے لگا کہ:

☆......قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

☆......ان کو کلیدی مناصب سے برطرف کیا جائے۔

☆......ان کی اسلام کش سرگرمیوں کا تدارک کیا جائے۔

تحریک کو نظم و ضبط کا پابند رکھنے کے لیے ایک ’’مجلس عمل تحفظ ختم نبوت‘‘ وجود میں آئی، جس میں ملک کی تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں نے شرکت کی۔ (تحفہ قادیانیت، جلد سوم، ۴۷۹، ۴۸۱)

۲۲؍مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج کے طلباء چناب ایکسپریس سے پشاور سیر و تفریح کی نیت سے جارہے تھے جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پر رُکی تو معمول کے مطابق قادیانیوں نے مسافروں میں اپنا لٹریچر تقسیم کیا تو یہ طلباء بپھر گئے اور انہوں نے قادیانیت کے خلاف نعرے لگائے، تو تکار بھی

ہوئی مگر کسی حادثہ کے رونما ہونے سے قبل ہی گاڑی روانہ ہوگئی۔ اس نعرہ بازی کو ربوہ والوں نے اپنے اختیارات میں مداخلت سمجھا۔ چونکہ واپسی کی سیٹیں بھی پہلے سے بک تھیں اس لیے ربوہ کے ارباب اختیار نے پہلے سے معلومات حاصل کیں اور ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کو جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پہنچی تو قادیانی غنڈوں نے مرزا طاہر کی سربراہی میں ان طلباء پر حملہ کیا، ان کو مارا پیٹا، تشدد کیا جس سے کئی طلباء زخمی ہوگئے۔ لائل پور (موجودہ فیصل آباد) گاڑی پہنچنے سے پہلے واقعہ کی اطلاع وہاں پہنچ چکی تھی۔ اطلاع ملتے ہی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ لائل پور اسٹیشن پر جمع ہوچکے تھے۔ احتجاج ہوا، مسلمانوں کی طرف سے واقعہ کی تحقیق کرنے، ذمہ داروں کو سزا دینے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے مطالبات کیے گئے، مولانا تاج محمود نے طلباء کو تسلی دی، یہ واقعہ ۱۹۷۴ء کی تحریک کی بنیاد بنا۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔ آپ کی امارت کو ابھی دو ماہ نہیں گزرے تھے، کیوں کہ 9/اپریل 1974ء کو آپ امیر منتخب ہوئے تھے اور اس وقت آب وہوا کی تبدیلی کے لیے سوات تشریف لے گئے تھے، آپ کو اطلاع دی گئی، آپ فوراً پنڈی پہنچے، حضرت نے پنڈی پہنچ کر مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا مفتی محمود، مولانا عبید اللہ انور، نوابزادہ نصر اللہ خان، آغا شورش کاشمیری سے فون پر رابطے کیے، حالات معلوم کیے، اور ان حضرات پر حضرت نے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل پر زور دیا، تمام حضرات نے حضرت بنوری کی تائید کی اور آپ سے درخواست کی، کیوں کہ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر ہیں اور یہی جماعت اس مسئلہ میں داعی ہے اس لیے آپ ہی مجلس عمل کا اجلاس بلائیں، چنانچہ حضرت بنوری نے تمام علماء اور سرکردہ حضرات سے رابطے شروع کردیئے، تحریک کو منظم کرنے، پروان چڑھانے اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے کوششیں شروع ہوگئیں، مجاہدین سربکف میدان میں اتر آئے، اہل اللہ نے اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہوکر گڑگڑا کر رحمت خداوندی کو مدد کے لیے پکارا اور یوں اہل حق کا پورا قافلہ قادیانیت کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ خود حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں ایک طرف امت مسلمہ کو متحد کرنے اور قوم کے منتشر ٹکڑے جمع کرنے کے لیے رات دن ایک کر دیئے، وہاں بارگاہِ خداوندی میں تضرع، ابتہال، گریہ وزاری کا سلسلہ تیز سے تیز کردیا، اس کے نتیجہ میں ایسی تحریک چلی جس میں پوری قوم یک جان اور متحد تھی۔ پورے برصغیر کی تاریخ میں ایسی کامیاب اور عظیم النظیر تحریک کی مثال نہیں ملتی۔ بلاشبہ 29رمئی سے 7رستمبر تک، سو دن بنتے ہیں جو برصغیر کی مذہبی تاریخ میں سو سال کے برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو چونکہ قادیانیوں کے حلیف رہ چکے تھے، قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے تھے اس لیے فطری طور پر اس وقت کی حکومت نے مسئلہ کو مختلف حیلوں بہانوں سے ٹالنا چاہا، تحریک کو کچلنے اور کمزور کرنے کے لیے تمام حربے استعمال کیے، اخبارات پر پابندی لگائی گئی، علماء، طلباء، وکلاء اور دیگر تحریک میں حصہ لینے والوں کو گرفتار کیا گیا، ان کے ساتھ غیر شریفانہ سلوک کیا گیا لیکن تحریک کے قائدین نے صبر وتحمل سے کام لیا، حکومت اور قادیانیوں کی طرف سے پُرتشدد کارروائیوں کے باوجود تحریک کو تشدد سے بچاتے ہوئے پُرامن رکھا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اس کا مختصر تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

”بہر حال یہ طے کیا گیا کہ پُرامن طریقے پر تحریک کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے پوری جدو جہد کی جائے اور قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے۔ اور تحریک کو سول نافرمانی سے بہر قیمت بچایا جائے۔ ادھر مجلس عمل کی پالیسی تو یہ تھی کہ حکومت سے تصادم سے بہرصورت گریز کیا جائے۔ ادھر حکومت نے ملک کے چپے چپے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی۔ پریس پر پابندیاں عائد کردیں، انتظامیہ نے اشتعال انگیز کارروائیوں سے کام لیا اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کیا چنانچہ فیصل آباد، کھاریاں ضلع گجرات وغیرہ میں دردناک واقعات رونما ہوئے۔ جن کو مظلومانہ صبر کے ساتھ برداشت کیا گیا۔ صرف ایک شہر اوکاڑہ میں ان مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر بارہ دن مکمل اور مسلسل ہڑتال ہوئی۔ جگہ جگہ لاٹھی چارج کیا گیا۔ اشک ریز گیس کا استعمال بڑی فراخدلی سے کیا گیا۔ مجلس عمل کی تلقین تمام مسلمانوں کو یہی تھی کہ صبر کریں اور مظلوم بن کر حق تعالیٰ کی رحمت اور غیبی تائید الٰہی کے منتظر رہیں۔ قریباً پورے سو دن تک ان حالات کا مقابلہ کیا گیا۔ اور تمام

سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔‘‘ (احتساب قادیانیت، صفحہ ۳۲۸)

بالآخر مسلمانوں کے جذبات و مطالبات کے سامنے حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے اور بھٹو صاحب نے مسئلہ کو قانونی طور پر حل کرنے اور اس کے طریقۂ کار پر غور کرنے کے لیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی کا درجہ دیتے ہوئے یہ مسئلہ اس کے سپرد کردیا۔ قادیانیوں کے اس وقت کے خلیفہ مرزا ناصر احمد کو اس کی درخواست اور مطالبہ پر تحریری اور زبانی اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت دی، قادیانی اور لاہوری پارٹی دونوں نے اپنا اپنا موقف پیش کیا ان پر جرح ہوئی بالآخر اس کمیٹی نے تمام تر بحث و مباحثہ‘سوال و جواب‘ جرح و تنقید کے بعد ترمیمی بل کی منظوری کی سفارش کی اور ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں بل پیش ہوا تمام قانونی مراحل سے گزار کر اس پر رائے شماری ہوئی اور اس وقت کے قومی اسمبلی کے اسپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان نے پانچ بج کر ۵۲ منٹ پر اعلان کیا کہ بل کے حق میں ایک سوتیس ووٹ آئے ہیں، جبکہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔

اسی دن شام کو ساڑھے سات بجے وزیر قانون عبد الحفیظ پیرزادہ نے یہ بل سینیٹ میں منظوری کے لیے پیش کیا۔ یہاں بھی دستوری مراحل سے گزارتے ہوئے بل پر رائے شماری ہوئی، رائے شماری کے بعد اس وقت کے سینیٹ کے چیئرمین نے آٹھ بج کر چار منٹ پر اعلان کیا کہ بل کی حمایت میں اکتیس ووٹ آئے ہیں جبکہ اس کے خلاف کوئی ایک بھی ووٹ نہیں ڈالا گیا۔

اس طرح دونوں ایوانوں سے یہ بل منظور ہوکر آئین کا حصہ بن گیا جس میں قادیانیوں اور لاہوریوں دونوں گروپ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کران کا نام غیر مسلموں کی فہرست میں شامل کردیا گیا۔

قادیانی مسئلے کا فیصلہ کرنے کے لیے قومی اسمبلی نے سارے ایوان پر مشتمل جو خصوصی کمیٹی بنائی تھی، اس خصوصی کمیٹی نے ۲۸ اجلاس منعقد کیے اور بحیثیت مجموعی ۹۶ گھنٹے غور کیا۔ کمیٹی کے سامنے ربوہ جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے ۴۱ گھنٹے اور ۵۰ منٹ تک شہادت قلمبند کرائی اور ان کا بیان گیارہ دن جاری رہا۔ لاہوری جماعت کے سربراہ پر دو اجلاس میں بحیثیت مجموعی ۸ گھنٹے ۲۰ منٹ تک جرح ہوئی، خصوصی کمیٹی کے چیئرمین قومی اسمبلی کے سپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان تھے۔ اس پوری تحریک کی واقعاتی ترتیب درج ذیل ہے۔

واقعات کی ترتیب:

۱......۲۲؍مئی ۱۹۷۴ء کو طلباء کے وفد کی ربوہ اسٹیشن پر قادیانیوں سے تو تکار ہوئی۔

۲......۲۹؍مئی کو بدلہ لینے کے لیے قادیانیوں نے ربوہ اسٹیشن پر طلباء پر قاتلانہ، سفاکانہ حملہ کیا۔

۳......۳۰؍مئی کو لاہور اور دیگر شہروں میں ہڑتال ہوئی۔

۴......۳۱؍مئی کو سانحہ ربوہ کی تحقیقات کے لیے صمدانی ٹریبونل کا قیام عمل میں آیا۔

۵......۳؍جون کو مجلس عمل کا پہلا اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔

۶......۹؍جون کو مجلس عمل کا کنونیئر لاہور میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کو مقرر کیا گیا۔

۷......۱۳؍جون کو وزیر اعظم نے نشری تقریر میں بجٹ کے بعد مسئلہ قومی اسمبلی کے سپرد کرنے کا اعلان کیا۔

۸......۱۴؍جون کو ملک گیر ہڑتال ہوئی۔

۹......۱۶؍جون کو مجلس عمل کا لائل پور میں اجلاس ہوا، جس میں حضرت بنوری کو امیر اور مولانا محمود احمد رضوی کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

۱۰......۳۰؍جون کو قومی اسمبلی میں دو قراردادیں پیش ہوئیں، ایک اپوزیشن کی طرف سے اور دوسری گورنمنٹ کی طرف سے، جن پر غور کے لیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی میں تبدیل کردیا گیا۔

۱۱......۲۴؍جولائی کو وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ جو قومی اسمبلی کا فیصلہ ہوگا، ہمیں منظور ہوگا۔

۱۲......۳؍اگست کو صمدانی ٹریبونل نے تحقیقات مکمل کرلیں۔

۱۳......۵؍اگست سے ۲۳؍اگست تک وقفوں سے مکمل گیارہ روز مرزا ناصر پر قومی اسمبلی میں جرح کی گئی۔

۱۴......۲۰؍اگست کو صمدانی ٹریبونل نے اپنی رپورٹ سانحہ ربوہ سے متعلق وزیر اعلیٰ کو پیش کی۔

۱۵......۲۲؍اگست کو وزیر اعلیٰ پنجاب نے صمدانی رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کی۔

۱۶......۲۴؍اگست کو وزیر اعظم نے کوئٹہ میں فیصلہ کے لیے ۷؍ستمبر کی تاریخ مقرر کی۔

۱۷......۲۷، ۲۸؍ اگست کو لاہوری

گروپ پر قومی اسمبلی میں جرح ہوئی۔

۱۸......یکم ستمبر کو لاہور شاہی مسجد میں ملک گیر ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔

۱۹......۵،۶ر ستمبر کو اٹارنی جنرل نے قومی اسمبلی میں عمومی بحث کی اور مرزائیوں پر جرح کا خلاصہ پیش کیا۔

۲۰......۶ر ستمبر کو مجلس عمل کی راولپنڈی میں ختم نبوت کانفرنس، وزیر اعظم سے ملاقات (اور فیصلہ)۔

۲۱......۷ر ستمبر کو قومی اسمبلی نے فیصلہ کا اعلان کیا کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے ہر دو گروپ غیر مسلم ہیں۔

(تحریک ختم نبوت، جلد۳، ص۴۷۷،۴۷۸)

اس آئینی ترمیم کے بعد اس پر قانون سازی ہونی چاہیے تھی لیکن بوجوہ اس پر قانون سازی نہ ہوسکی۔ ذوالفقار بھٹو صاحب کی حکومت ختم ہوگئی، ضیاء الحق کا مارشل لاء آگیا۔ ۱۹۸۴ء میں تحریک چلی جس کے نتیجہ میں ضیاء الحق نے ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے:

۱......قادیانی و لاہوری خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

۲......قادیانی و لاہوری مرزا قادیانی کے دیکھنے والوں کو ’’صحابہ‘‘ نہیں کہہ سکتے۔

۳......قادیانی و لاہوری گروپ کے سربراہ خود کو ’’امیر المؤمنین‘‘ نہیں کہہ سکتے۔

۴......قادیانی و لاہوری گروپ کے سربراہ خود کو ’’خلیفۃ المسلمین‘‘ نہیں کہہ سکتے۔

۵......قادیانی و لاہوری، مرزا قادیانی کے دیکھنے والوں کو ’’رضی اللہ عنہ‘‘ نہیں کہہ سکتے۔

۶......قادیانی و لاہوری مرزا قادیانی کی بیوی کو ’’ام المؤمنین‘‘ نہیں کہہ سکتے۔

۷......قادیانی و لاہوری گروپ مرزا قادیانی کے خاندان کو ’’اہل بیت‘‘ نہیں کہہ سکتے۔

۸......قادیانی و لاہوری گروپ اپنی عبادت گاہ کو ’’مسجد‘‘ نہیں کہہ سکتے۔

۹......قادیانی و لاہوری عبادت کے لیے ’’اذان‘‘ نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے کہ اذان مسلمانوں کا شعار ہے اور قادیانی کافر ہیں۔

۱۰......قادیانی و لاہوری اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے، نہ ایسا باور کراسکتے ہیں۔

۱۱......قادیانی و لاہوری اپنے مذہب (قادیانیت) کو اسلام نہیں کہہ سکتے۔

۱۲......قادیانی و لاہوری اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر نہیں کرسکتے، نہ ہی دوسروں کو قادیانیت قبول کرنے کی دعوت دے سکتے ہیں۔

اگر وہ ایسا کریں گے تو تین سال کی سزا اور جرمانہ کے مستوجب سزا ہوں گے۔‘‘

(تذکرہ خواجہ خواجگان، ص۱۱۵تا۱۱۶)

یہ بھی قارئین کے علم میں رہنا چاہیے کہ بعد میں کئی مرتبہ پاکستان کی پارلیمنٹ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کی توثیق کرچکی ہے۔

پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ایک بار نہیں چار بار، ایک مرتبہ ۱۹۷۴ء میں دوسری بار جب ضیاء الحق نے ۱۹۸۴ء میں آرڈیننس پاس کیا اور بعد میں پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر اس کی منظوری دی، تیسری مرتبہ جب یوسف رضا گیلانی کے دور میں پارلیمنٹ نے پورے دستور پر نظر ثانی کی اور میاں رضا ربانی کی سربراہی میں کمیٹی نے طے کیا کہ دستور میں ختم نبوت سے متعلقہ دفعات جوں کی توں بحال رہیں گی تو پارلیمنٹ نے اس کی توثیق کرتے ہوئے قادیانیوں کی سابقہ دستوری حیثیت بحال رکھی۔ چوتھی مرتبہ جب انتخابی قواعد وضوابط میں ترامیم کے متنازعہ بل سے یہ مسئلہ پھر اٹھ کھڑا ہوا تو پوری پارلیمنٹ نے اس پر غور وخوض کے بعد متفقہ اعلان کیا کہ قادیانیوں کی حیثیت وہی رہے گی جو ۱۹۷۴ء کی پارلیمنٹ نے طے کی تھی۔ مختلف مواقع پر عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والی پارلیمنٹ نے چار مرتبہ اس قومی فیصلے کا اعلان کیا۔

ہم قادیانیوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ ایک نئی نبوت کے ماننے کے بعد تم نے اپنا راستہ خود مسلمانوں سے علیحدہ کرلیا ہے اور اس کا تم خود بھی اقرار کرتے ہو، اس لیے تمہارے لیے دو ہی راستے ہیں اگر تم اس نئی نبوت کے ماننے پر بضد ہو تو اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ قوم اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرلو۔ مسلمانوں میں گھسنے کی ناکام کوشش مت کرو اور اگر اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرنا چاہتے ہو تو راستہ کھلا ہے۔ مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کرکے خاتم الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوجاؤ بلکہ ہم انتہائی دلسوزی اور اخلاص کے ساتھ تمام قادیانیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ تم ایک طویل عرصہ سے دجل وتلبیس کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہو، غلط تاویلات کرکے تم خود تذبذب کا شکار ہو، آؤ سچے دل سے اسلام کے دامن عافیت اور ختم المرسلین کی چادرِ رحمت کے سایہ میں آکر سکون حاصل کرو۔ مسلمان تمہیں سینے سے لگانے کے لیے تیار ہیں۔☆☆☆

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زُہد

قسط:۳

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مشکوٰۃ شریف میں مسندِ احمد کے حوالے سے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہیں تھا اور اَب میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہیں۔ پھر آپ نے اپنا کفن منگوایا، وہ لایا گیا تو اسے دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا: لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے تو کفن بھی نہ مل سکا، سوائے ایک دھاری دار چادر کے جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر پر کرتے تو پاؤں ننگے ہوجاتے، اور پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا، بالآخر چادر سر کی طرف کردی گئی اور پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال دی گئی۔‘‘

(مشکوٰۃ،ص:۱۴۰)

اس حدیث سے حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فتوحات کی کثرت کی وجہ سے ان کو مالی کشائش حاصل ہوگئی تھی، لیکن وہ اپنے فقر وفاقہ کی اس حالت کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی، یاد کرکے روتے تھے، اسی کو پسند فرماتے تھے، اور مال کی فراوانی ان کے نزدیک پسندیدہ حالت نہیں تھی، افسوس ہے کہ اُمت میں یہ ذوقِ صحیح ناپید ہوگیا ہے، فالی اللہ المشتکی!

۳:....’’حَدَّثَنَا الْجَارُودُ بْنُ مُعَاذٍ نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰی عَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ عَنْ أَبِیْ حَمْزَۃَ عَنْ إِبْرَاھِیْمَ قَالَ: کُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَیْکَ! قُلْتُ: أَرَأَیْتَ مَا لَا بُدَّ مِنْہُ؟ قَالَ: لَا أَجْرَ وَلَا وِزْرَ!‘‘

(ترمذی،ج:۲،ص:۷۱)

ترجمہ:....’’ابوحمزہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: ہر تعمیر تجھ پر وبال ہے۔ میں نے عرض کیا: اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: نہ اجر، نہ بوجھ!‘‘

تشریح:.... یعنی جو تعمیر ایسی ناگزیر ہو کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، اس کے بارے میں بھی بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس میں جو خرچ کیا گیا وہ قیامت کے دن وبال اور بوجھ نہ ہوگا، اور جو عمارت ضرورت سے زائد محض فخر ومباہات کے لئے بنائی جائے وہ تو سراسر وبال ہی وبال ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں! آج کل ہم لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں، وہ اکثر و بیشتر اسی زُمرے میں آتی ہیں۔

حضراتِ صحابہؓ کے ایثار ومروّت کا نقشہ:

۱:.....’’حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ نَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ نَا خَالِدُ بْنُ طَھْمَانَ أَبُو الْعَلَاءِ ثَنِیْ حُصَیْنٌ قَالَ: جَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِلسَّائِلِ: أَتَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰـہَ إِلَّا اللہُ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: أَتَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہِ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: سَأَلْتَ وَلِلسَّائِلِ حَقٌّ إِنَّہٗ لَحَقٌّ عَلَیْنَا أَنْ نَصِلَکَ۔ فَأَعْطَاہُ ثَوْبًا ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ کَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا إِلَّا کَانَ فِیْ حِفْظِ اللہِ مَا دَامَ مِنْہُ عَلَیْہِ خِرْقَۃٌ۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ۔‘‘ (ترمذی،ج:۲،ص:۷۱)

ترجمہ:....’’حصین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک سائل نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، آپ نے سائل سے دریافت فرمایا کہ: تم ’’لا إلٰہ إلَّا اللہ‘‘ کی شہادت دیتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: اور تم رمضان کے روزے بھی رکھتے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: تو نے سوال کیا ہے اور سائل کا حق ہوتا ہے، بے شک ہمارے ذمے یہ حق ہے کہ ہم تمہاری خدمت کریں۔ چنانچہ اس کو ایک کپڑا مرحمت فرمایا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے، جب تک اس کے بدن پر اس کا ایک ٹکڑا بھی رہے گا، یہ شخص اللہ تعالیٰ کی حفظ

وامان میں رہے گا۔“

۲:.....”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَقِيلَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ. هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔“

(ترمذی، ج:۲،ص:۷۱،۷۲)

ترجمہ:....”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے، اور یہ چرچا ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ چنانچہ میں بھی لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھنے کے لئے حاضر ہوا، جب میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر پڑی تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا، اور سب سے پہلی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ: لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے۔“

۳:.....”حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ بِمَكَّةَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ نَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَتَاهُ الْمُهَاجِرُونَ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا رَأَيْنَا قَوْمًا أَبْذَلَ مِنْ كَثِيرٍ وَلَا أَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِيلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ، لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَأَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَإِ حَتَّى لَقَدْ خِفْنَا أَنْ يَذْهَبُوْا بِالْأَجْرِ كُلِّهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا! مَا دَعَوْتُمُ اللهَ لَهُمْ وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ۔“

(ترمذی، ج:۲،ص:۷۲)

ترجمہ:.....”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو (کچھ عرصے بعد) حضراتِ مہاجرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! جس قوم (یعنی حضراتِ انصار) کے درمیان آکر ہم آباد ہوئے، اس سے بڑھ کر زیادہ مال کو (راہِ خدا میں) خرچ کرنے والی اور قلیل مال میں ناداروں کی غم خواری کرنے والی ہم نے کوئی قوم نہیں دیکھی، ان حضرات نے محنت و مشقت کی ہماری طرف سے کفایت کر رکھی ہے، اور پیداوار میں ہمیں شریک کر رکھا ہے، یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوگیا ہے کہ سارے کا سارا اَجر و ثواب ہی نہ لے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ تم ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے رہو اور ان (کے اس ایثار و قربانی) کی تعریف کرتے رہو (تب تک تم بھی اَجر و ثواب سے محروم نہیں ہوگے)۔“

تشریح:..... یہ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایثار و مروّت اور باہمی ہمدردی و غم خواری کا ایک نمونہ ہے، حضراتِ مہاجرین جب اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضراتِ انصار نے، جو مدینہ طیبہ کے قدیم باشندے تھے، ان کی پذیرائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، خود بھوکے رہے، لیکن مہاجرین کی بھوک پیاس کو گوارا نہیں کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کردی تھی، حضراتِ انصار نے پیشکش کردی کہ ہماری آدھی زمینیں مہاجرین کو تقسیم کردی جائیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نہیں! زمینیں تم اپنے پاس ہی رکھو، پیداوار میں مہاجرین کا حصہ لگالیا کرو۔ چنانچہ ان حضرات نے اس تجویز کو بخوشی منظور کرلیا، کام کاج اور محنت و مشقت یہ حضرات خود کرتے، اور جب پیداوار آتی تو اس میں مہاجرین کو برابر کا شریک کرلیتے، اس سے حضراتِ مہاجرین کو اندیشہ ہوا کہ اس ایثار و قربانی کی وجہ سے یہ حضرات کہیں سارا اَجر و ثواب نہ لے جائیں اور ہم ثواب سے محروم ہی نہ ہوجائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تک تم ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے رہوگے، اور ان کے لئے تمہارے دِل میں تشکر و اِمتنان کے جذبات رہیں گے تو اَجر و ثواب سے محروم نہیں ہوگے۔

یہ ہے کہ باہمی اعتماد و محبت اور ایثار و قربانی کا وہ نقشہ جو اِسلام، مسلمانوں کے معاشرے میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

☆☆ .... ☆☆

اہلِ بیت و آلِ محمد ﷺ

ایک تحقیقی مطالعہ

قسط:۳

پروفیسر محمد سلیم قاسمی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

حضرت زینب بنت جحشؓ:

ام المومنین حضرت زینب رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حسن و جمال میں ممتاز تھیں، حضرت عائشہؓ کی ہمسری کا دعویٰ بھی رکھتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو بھی ان سے نہایت محبت تھی۔ زہد و ورع کا حال یہ تھا کہ جب حضور ﷺ نے ان سے حضرت عائشہؓ کی بابت دریافت کیا تو انھوں نے صاف لفظوں میں کہا: ما علمت الا خیرا۔ میں ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتی۔ ان کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہوا۔ حضرت زیدؓ حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے وہ اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے رہتے زید بن محمد کے نام سے مشہور ہوگئے۔ حضور ﷺ کی ان پر خاص عنایت تھی، حضور ﷺ نے حضرت زینب کا نکاح حضرت زیدؓ سے کردیا؛ مگر یہ رشتہ قائم نہ رہ سکا۔ طلاق وعدت کے بعد حضرت زینبؓ حضور ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت زینبؓ تمام ازواج کے مقابلہ میں فخر کیا کرتی تھیں، کہتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے اولیاء نے کیا؛ مگر میرا نکاح خود اللہ نے اپنے رسول کے ساتھ کیا۔ سورہ احزاب میں ہے: فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (الاحزاب:۳۷) پھر جب زید حاجت پوری کر چکا (یعنی طلاق دے چکا) تو ہم نے اس کو آپ کے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں کو متبنّیٰ کی زوجہ سے نکاح کرنے میں تنگی نہ رہے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے مجھ سے جلد وہ ملے گا جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ یہ اشارہ تھا فیاضی کی طرف؛ لیکن ازواج مطہرات نے اس کو حقیقت سمجھا۔ حضرت زینبؓ اپنی فیاضی کی بناء پر اس پیشین گوئی کا مصداق ثابت ہوئیں؛ چنانچہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے انھوں نے ہی انتقال کیا۔ مرنے سے پہلے کفن کا سامان خود تیار کرلیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ۲۰ھ میں انتقال ہوا، ۵۳ برس کی عمر پائیں۔ حضور ﷺ سے نکاح کے وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی۔

حضرت زینبؓ عبادت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مشغول رہتی تھیں، طبیعتاً نہایت قانع اور فیاض تھیں۔ خود اپنے دست وبازو سے معاش پیدا کرتی تھیں۔ اس سے جو بھی حاصل ہوتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردیتی تھیں۔

حضرت جویریہؓ:

حضرت جویریہ حارث بن ضرار (یہودی) کی بیٹی تھیں، جو قبیلہ بنو مصطلق کا سردار تھا۔ مسافع بن صفوان سے شادی ہوئی تھی جو غزوہ مریسیع میں قتل ہوا۔ اس لڑائی میں جو لوگ قیدی بنائے گئے ان میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔ تقسیم غنیمت کے وقت وہ ثابت بن قیس بن سماس انصاری کے حصہ میں آئیں۔ حضرت جویریہؓ نے حضرت ثابت بن قیس سے ۹/اوقیہ سونے پر مکاتبت کرلی، یعنی اپنی آزادی کے بدلے ۹/اوقیہ سونا ادا کرنے پر معاہدہ کرلیا؛ لیکن یہ رقم ان کی استطاعت سے بہت زیادہ تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں مسلمان کلمہ گو عورت اور جویریہ بنت حارث ہوں جو اپنی قوم کا سردار ہے۔ مجھ پر جو مصیبتیں آئیں وہ آپ سے مخفی نہیں۔ میں نے ثابت بن قیس کے حصہ میں آنے کے بعد ۹/اوقیہ سونے پر ان سے عہد کتابت کرلی؛ مگر یہ رقم ادا کرنا میرے بس میں نہیں تھی، تاہم میں نے آپ کے بھروسے اس کو منظور کرلیا اور اس وقت آپ سے اسی رقم کا سوال کرنے کی غرض سے آئی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کو اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں؟ انھوں نے کہا وہ کیا چیز ہے، آپ نے فرمایا کہ میں یہ رقم ادا کیے دیتا ہوں اور

تم راضی ہو تو میں تم سے نکاح کر لیتا ہوں، تاکہ تمہارا خاندانی اعزاز ووقار برقرار رہے، وہ راضی ہوگئیں۔ آپ نے ثابت بن قیس کو بلایا وہ بھی راضی ہوگئے۔ آپ نے رقم ادا کر کے انھیں آزاد کر دیا اور پھر ان سے نکاح کر لیا۔

مدینہ واطراف مدینہ میں جب یہ خبر پھیلی کہ حضور ﷺ نے حضرت جویریہؓ سے نکاح فرمالیا تو مسلمانوں نے قبیلہ مصطلق کے تمام کے تمام لونڈی اور غلاموں کو اس بناء پر آزاد کر دیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس قبیلہ سے رشتہ مصاہرت قائم کر لیا۔ آزاد ہونے والوں کی تعداد تقریباً سات سو تھی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت جویریہؓ سے زیادہ اپنی قوم کے لیے عظیم البرکت ثابت ہوئی ہو۔

۵ ہجری میں حضور ﷺ نے ان سے عقد کیا تھا، اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ ۵۰ ہجری میں ان کا انتقال ہوا، انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ آپؓ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت ام حبیبہؓ:

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہؓ کی بہن تھیں، ان کا نام رملہ اور کنیت ام حبیبہ تھی۔ بعثت سے ۱۷ سال قبل پیدا ہوئیں اور عبیداللہ بن جحش سے عقد ہوا۔ آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو دونوں مشرف باسلام ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت (ثانیہ) کی۔ حبشہ جاکر عبیداللہ نے عیسائیت قبول کرلی؛ لیکن ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ اختلاف مذہب کی بنیاد پر دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ ایک روز کسی نے رسول رحمت ﷺ کو حبشہ میں آباد مہاجرین کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ یا رسول اللہ! ابوسفیان کی بیٹی انتہائی مشکل اور کٹھن حالات سے دوچار ہے۔ اس کا خاوند مرتد ہوکر فوت ہوچکا ہے، گود میں ایک چھوٹی سی بچی ہے؛ لیکن صبر واستقامت کے ساتھ وہ دین اسلام پر قائم ہے، رشتہ دار بھی اس کی خبر نہیں لیتے؛ لہٰذا وہ ہماری مدد کی مستحق ہیں۔ آپ ﷺ نے سن کر حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں ایک مراسلہ دے کر روانہ کیا۔ آپ نے اس میں لکھا کہ ام حبیبہؓ اگر پسند کریں تو ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ نجاشی کو جب یہ پیغام پہنچا تو اس نے اپنی خاص لونڈی کو ام حبیبہؓ کے پاس بھیجا اور رسول اللہ کے پیغام کی خبر دی۔ ام حبیبہ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور اپنا سارا زیور اتار کر اس خوشخبری کے انعام میں اس لونڈی کو دے دیا۔

خالد بن سعید بن ابوالعاص جو ام حبیبہؓ کے ماموں کے لڑکے تھے، ان کو وکیل بنا کر نجاشی کے دربار میں بھیجا۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور دوسرے صحابہؓ کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے، بلایا اور سب کے سامنے نکاح کیا۔ خود خطبہ پڑھا اور چار سو دینار مہر اپنے پاس سے ادا کیا جو اسی وقت خالد بن سعید کے سپرد کیے گئے۔ نکاح کے بعد لوگوں نے اٹھنا چاہا؛ لیکن نجاشی نے کہا کہ دعوت ولیمہ تمام پیغمبروں کی سنت ہے۔ چنانچہ کھانا آیا لوگ دعوت کھا کر رخصت ہوئے۔ جب مہر کی رقم ام حبیبہؓ کو ملی تو انھوں نے اس میں سے پچاس دینار اسی لونڈی کو دینا چاہا جس نے حضور کے پیغام نکاح کا مژدہ سنایا تھا؛ مگر اس نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ بادشاہ نے ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا ہے۔ ساتھ ہی اس نے کنگن اور انگوٹھی بھی واپس کر دی جو ام حبیبہؓ نے اسے پہلے سے دی ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ میں رسول مبعوث پر ایمان رکھتی ہوں، میری حاجت آپ سے صرف اتنی ہے کہ آپ رسول ﷺ تک میرا سلام پہنچا دیجیے اور ان سے کہیے کہ میں ان کے دین کی اتباع کرتی ہوں۔ عقد کے بعد شاہ نجاشی کی طرف سے بہت سے تحفہ وتحائف کے ساتھ ام حبیبہؓ کو شرجیل بن حسنہ کے ذریعہ مدینہ بھیج دیا گیا۔ جب حضرت ام حبیبہؓ مدینہ تشریف لائیں تو نجاشی کے دربار کے تمام واقعات، خطبہ نکاح اور باندی کی باتوں کو حضور ﷺ تک پہنچایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ۔ یہ ہجری ۷ کی بات ہے، اس وقت ام حبیبہؓ کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ نہایت پرہیزگار اور عابد خاتون تھیں، اکثر خدا کی یاد میں رہتی تھیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بارہ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے اس کے بعد ساری زندگی کبھی بھی ان نوافل کو نہیں چھوڑا۔ فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کی تجدید کے لیے آپؓ کے والد ابوسفیان مدینہ آئے تو آپؓ کے گھر بھی آئے، استراحت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا، حضرت ام حبیبہؓ نے اسے فوراً اٹھالیا، ان کے والد نے برا مانا اور بیٹی سے پوچھا کہ تم نے بستر کیوں سمیٹ دیا۔ آپؓ نے فرمایا تم مشرک ونجس ہو اور یہ رسول اللہ کا پاک بستر ہے تم اس پر بیٹھنے کے لائق

نہیں۔ ام حبیبہؓ نے ۴۴ھ میں وفات پائی اور مدینہ میں مدفون ہوئیں۔

حضرت میمونہؓ:

آپ کا نام میمونہ تھا، آپ کے والد کا نام حارث بن حزن بن عبدالعزیٰ۔ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی کے نکاح میں تھیں۔ مسعود نے طلاق دے دی تو ابورہم بن عزہ نے نکاح کیا۔ ابورہم کے انتقال کے بعد ۷ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ روایات کے مطابق سن ۷ ہجری میں حضور ﷺ عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو سیدہ میمونہ مسلمانوں کی ہیبت کو دیکھ کر حیران ہوئیں اور انھیں رسول اللہ ﷺ سے لگاؤ ہوگیا۔ انھوں نے اس موضوع کو اپنی بہن ام الفضل لبابہ کے سامنے رکھا جو رسول اللہ کے چچا حضرت عباس کی زوجہ محترمہ تھیں۔ انھوں نے اپنے شوہر حضرت عباسؓ سے اس رشتہ کے لیے درخواست کی۔ عباسؓ نے اس بات کا اظہار رسول اللہ کے سامنے کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جعفر بن ابی طالب کو اس رشتہ کی خواستگاری کے لیے بھیجا۔ جب رسول اللہ کی طرف سے انھیں نکاح کا پیغام پہنچا تو اونٹ پر سوار تھیں انھوں نے کہا: اونٹ اور اس کا سوار ان کے اللہ اور اللہ کے رسول کی یاد میں ہے۔ اس موقع پر آیت یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَکَ أَزْوَاجَکَ اللَّاتِی.... (احزاب:۵۰) نازل ہوئی۔

سیدہ میمونہؓ نے اپنی شادی کا اختیار عباس بن عبدالمطلب کے سپرد کر دیا، جنھوں نے مکہ سے دس میل کے فاصلے پر مقامِ سرف پر آپ کا نکاح کر دیا اور چار سو درہم حق مہر قرار دیا۔ رسم عروسی ادا ہوئی۔ یہ رسول اللہ کا آخری نکاح تھا اور سیدہ میمونہؓ آپ کی آخری بیوی تھیں، یہاں سے آپ رسول اللہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگئیں۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ حضور ﷺ سے ان کا نکاح مقام سرف میں ہوا تھا اور ۱۵ ہجری میں سفر حج سے واپسی کے وقت مقام سرف میں ان کا انتقال بھی ہوا اور اسی مقام پر دفن ہوئیں جہاں زفاف کا قبہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ صحاح میں ہے کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ (ان کے بھانجے) نے فرمایا یہ رسول اللہ کی بیوی ہیں۔ جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ باادب اور آہستہ لے چلو۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۸۰ یا ۸۱ سال تھی۔

حضرت صفیہؓ:

آپ کا اصل نام زینب تھا۔ دستور عرب کے مطابق مال غنیمت کا جو بہترین حصہ بادشاہ کے لیے مخصوص ہوجاتا تھا اس کو صفیہ کہتے تھے؛

عظمت اہلِ بیت اور شہادت امام حسینؓ کانفرنس، لاہور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے ناظم اعلیٰ، خوش الحان خطیب مولانا قاری علیم الدین شاکر مدظلہ بہت اچھے منتظم بھی ہیں۔ آپ مولانا احمد علی لاہوریؒ اچھرہ مسجد کے خطیب ہیں۔ یہ مسجد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی اہلیہ محترمہ نے اپنے جیب خرچ میں سے بچا بچا کر تعمیر کرائی۔ ابتدا میں یہ مسجد چھوٹی سی تھی، جب قاری علیم الدین شاکر خطیب مقرر ہوئے تو نمازیوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی تو چھوٹی مسجد گرا کر عالیشان دومنزلہ وسیع و عریض مسجد تعمیر کرائی گئی۔ نیز موصوف نے تاجروں میں ایک جاں نثار طبقہ تیار کیا، جو آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحریکوں میں پروانہ وار حصہ لیتا ہے، آپ ہر سال اپنی مسجد میں دو پروگرام منعقد کراتے ہیں۔ عاشورالمحرم میں ''عظمت اہلِ بیت وشہادت امام حسینؓ کانفرنس'' کے عنوان پر شاندار پروگرام کراتے ہیں اور ایسے ہی بارہ ربیع الاول کو بھی ان پروگراموں میں محنت کر کے قرعہ اندازی کے بعد ایک خوش نصیب شخص کو عمرہ پر بھیجا جاتا ہے۔ امسال ۱۰ محرم الحرام مطابق ۱۷ جولائی ۲۰۲۴ء کو عصر سے رات گئے تک کانفرنس منعقد کرائی۔ صدارت میاں رضوان نفیس نے کی، جبکہ کانفرنس سے مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، ملک کے نامور خطیب مولانا شبیر احمد عثمانی فیصل آباد، مولانا احسان اللہ صدیقی، محمد اسماعیل شجاع آبادی، قاری علیم الدین شاکر، مولانا عبدالنعیم و دیگر نے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں نعتیہ کلام مولانا محمد قاسم گجر، مولانا شاہد عمران عارفی ساہیوال نے پیش کیا اور اپنی آواز کا جادو جگایا۔ کانفرنس رات گئے تک نمازوں کے وقفے کے ساتھ جاری رہی۔ مہمانانِ گرامی کا پُرتکلف کھانوں سے اکرام کیا گیا۔ مولانا قاری علیم الدین شاکر مدظلہ نے اپنی خطابت کو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے وقف کیا ہوا ہے اور خطابت کو بطور پیشہ نہیں بلکہ مشن اپنایا ہوا ہے۔ اس کانفرنس میں شرکاء کانفرنس کے شناختی کارڈ کی نقول جمع کی جاتی ہیں اور قرعہ اندازی میں ایک خوش نصیب کو عمرہ کا ٹکٹ دیا جاتا ہے۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

چونکہ جنگ خیبر میں اسی طریقہ کے موافق آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئی تھیں، اس لیے صفیہ کے نام سے مشہور ہوگئیں۔ آپؓ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ ان کے والد کا نام حیی بن اخطب اور ماں کا نام برہ بنت سموال تھا۔ حضرت صفیہ کو باپ اور ماں دونوں کی جانب سے سیادت حاصل تھی۔ باپ قبیلہ بنونضیر کا سردار اور ماں قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھیں۔

حضرت صفیہ کی پہلی شادی سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی۔ ابن مشکم نے طلاق دے دی۔ اس کے بعد کنانہ بن ابی الحُقیق کے نکاح میں آئیں۔ کنانہ سے نکاح ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ محرم ۷ ہجری میں غزوہ خیبر برپا ہوگیا۔ کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا، ساتھ ہی حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی مارے گئے اور خود بھی گرفتار ہوئیں۔ جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ کلبیؓ نے آنحضرت ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی، آنحضرت ﷺ نے انھیں انتخاب کی اجازت دے دی، انھوں نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کیا مگر جب لوگوں نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ دحیہؓ نے جس لونڈی کو منتخب کیا ہے وہ بنوقریظہ اور بنونضیر کے سردار کی لڑکی ہے۔ خاندانی وقار ان کے لباس سے عیاں ہے، وہ ہمارے سردار یعنی سرکار دو عالم ﷺ کے لیے موزوں ہیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ دحیہؓ اس لونڈی کو لے کر حاضر ہوں۔ چنانچہ حضرت دحیہؓ صفیہؓ کو لے کر آئے تو آپ نے ان کو دوسری لونڈی عنایت فرمائی اور صفیہ کو آزاد کر دیا اور انھیں یہ اختیار دیا کہ چاہیں وہ اپنے گھر چلی جائیں یا پسند کریں تو نکاح میں آجائیں۔ حضرت صفیہؓ نے حضور ﷺ کے نکاح میں آنا پسند کیا، ان کی رضامندی سے حضور نے ان سے نکاح کر لیا۔ خیبر سے روانہ ہونے کے بعد مقام صہباء میں جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو وہاں ام سلیم، والدہ حضرت انسؓ بن مالک، نے ان کی کنگھی چوٹی کی، کپڑے بدلے، خوشبو لگائی اور وہیں رسم عروسی ادا ہوئی۔ کھانے کی چیزوں میں سے جو کچھ لوگوں کے پاس تھا اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ حضور نے یہاں تین روز قیام کیا جب روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے انھیں اونٹ پر سوار کر لیا اور اپنے عباء سے ان پر پردہ کیا۔ یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواج مطہرات میں داخل ہوگئی ہیں؛ کیوں کہ اس وقت پردہ کا حکم صرف حرّہ (آزاد عورت) کے لیے ہی تھا، لونڈی کے لیے نہیں تھا۔

حضرت صفیہؓ نہایت حسین وجمیل تھیں۔ وہ جب خیبر سے مدینہ آئیں، تو یہاں ان کے حسن وجمال کا شہرہ ہوا، چنانچہ قبیلہ انصار کی عورتیں ان کو دیکھنے آئیں۔ حضرت عائشہؓ بھی نقاب اوڑھ کر آئیں؛ مگر رسول اللہ ﷺ نے انھیں پہچان لیا۔ جب واپس جانے لگیں تو حضور ان کے ساتھ کچھ دور تک ساتھ چلے اور پوچھا کہ صفیہ کو تم نے کیسا دیکھا؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: دیکھا کہ وہ یہودیہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کہو، وہ مسلمان ہوگئی ہیں۔

حضرت صفیہؓ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو نہایت محبت تھی اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ ایک بار آپ حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی، انھوں نے کہا کہ عائشہ اور زینب کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں اس لیے کہ وہ آپ ﷺ کی زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی چچازاد بہن بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ ہارون میرے باپ، موسیٰ میرے چچا اور محمد (علیہم الصلاۃ والسلام) میرے شوہر ہیں، اس لیے تم لوگ کیوں کہ مجھ سے افضل ہوسکتی ہو۔

حضرت صفیہؓ جب حضور ﷺ کی زوجیت میں آئیں تو ان کی عمر سترہ سال تھی اور لگ بھگ ۵۰ھ میں وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (جاری ہے)

کہروڑ پکا میں علماء کنونشن

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد تالاب والی میں ۸/ اگست کو ظہر تا عصر ''علماء کنونشن'' منعقد ہوا۔ صدارت مقامی امیر مولانا منیر احمد ریحان نے کی، جبکہ مہمان خصوصی جامعہ باب العلوم کے استاذ الحدیث مولانا محمد احمد بہاولپوری تھے۔ کنونشن سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور زون کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی اور راقم کے بیانات ہوئے۔ بیانات میں ۷/ ستمبر گولڈن جوبلی ختم نبوت کانفرنس لاہور کی اہمیت وافادیت بیان کی۔ علمائے کرام نے کانفرنس میں اپنے اپنے علاقوں سے ویگنوں اور بسوں کے قافلوں کے ساتھ کانفرنس میں شرکت کا ارادہ کیا۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

جامع مسجد قاسمی خانقاہ سیرانی

بہاولپور: شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن خانقاہ شریف فرماتے ہیں: ہمارے ایک بھائی مولوی عبدالرحیم نمبردار تھے۔ بیعت و اصلاح کا تعلق مرشدالاحرار حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا، ایک مرتبہ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ سے بہاولپور میں ملاقات ہوئی۔ چونکہ مولانا جالندھریؒ ہماری برادری اور حضرت رائے پوریؒ کی نسبت سے پیر بھائی بھی تھے۔ مولانا جالندھریؒ نے فرمایا: ’’مولوی عبدالرحیم! کیا کر رہے ہو؟‘‘ موصوف نے کہا کہ خانقاہ سیرانی کے قریب ’’ٹیوب ویل اسکیم‘‘ کے تحت کچھ زمین الاٹ کرائی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اس علاقہ میں ٹیوب ویل اسکیم تو کامیاب نہیں۔ اب زمین الاٹ کرا ہی لی ہے، تو اس علاقہ میں اپنا کوئی دینی مرکز نہیں لہٰذا یہاں مسجد بناؤ اور مدرسہ تاکہ دنیا کے ساتھ ساتھ دین کی بھی خدمت ہو تو یہ مسجد و مدرسہ مرہون منّت ہے مولانا جالندھریؒ کا۔ اس مسجد میں ۲؍جولائی عشاء کی نماز کے بعد راقم کا ختم نبوت کے عنوان پر بیان ہوا۔

مدنی مسجد خانقاہ وسیرانی: مسجد کے خطیب مولانا عطاء اللہ مدظلہ ہیں، آپ بنیادی طور پر شہر سلطان مظفر گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ دو دہائیوں سے مدنی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ بہاولپور ضلع کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی مدظلہ کی وساطت سے ۲؍جولائی مغرب کی نماز کے بعد مولانا ساقی اور راقم کا بیان ہوا۔ بعدازاں شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کی مسجد جامع مسجد قاسمی میں بیان ہوا۔ جس کا تذکرہ سطور بالا میں ہو چکا ہے اور یہ بھی مذکور ہوا کہ یہ خاندان حضرت رائے پوریؒ (شاہ عبدالقادر) کے مسترشدین کا خاندان ہے جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہوا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولوی عبدالرحیمؒ جو اپنے علاقہ کے نمبردار تھے۔ بنیادی طور پر یہ حضرات قیامِ پاکستان کے بعد خوشاب میں آباد ہوئے۔ مولوی عبدالرحیم نے مرشدالعلماء سے عرض کیا کہ ہمارا ایک ساتھی قادر آباد اسٹاپ پر آیا تو وہاں ایک قادیانی موجود تھا اور اس نے کہا کہ ہماری جماعت (قادیانی) نے قادر آباد اور مضافات کے لئے دس ہزار روپے بجٹ رکھا ہے اور آج سے نصف صدی قبل دس ہزار روپے بڑی رقم تھی۔ مولوی عبدالرحیمؒ نے حضرت رائے پوریؒ سے جاکر رپورٹ پیش کی۔ حضرت رائے پوریؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی پوری جماعت کے پیرومرشد تھے، سن کر از حد پریشان ہوئے۔ مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہ کے والد گرامی مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹیؒ سے فرمایا کہ مولانا محمد علی جالندھریؒ کو تلاش کر کے لائیں۔ ٹیلی فون اور موبائل کا دور نہیں تھا تو مولانا دھرم کوٹیؒ ملتان دفتر تشریف لائے، معلوم ہوا کہ مولانا جالندھریؒ کا بورے والا کے کسی چک (گاؤں) میں بیان ہے۔ مولانا دھرم کوٹیؒ چک مذکور میں تشریف لے گئے۔ مولانا بیان فرما رہے تھے۔ دیکھ کر بیان

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے
دعوتی و تبلیغی اسفار

مختصر کرتے ہوئے فرمایا کہ: ’’میرے شیخ (حضرت رائے پوریؒ) کا فرستادہ آگیا ہے۔ دعا کی اور مولانا دھرم کوٹیؒ کو ساتھ لیا اور ان سے تفصیل پوچھی تو انہوں نے مولوی عبدالرحیمؒ کے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ مولانا حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے، حضرت والا سے ملنے سے پہلے نمبردار مذکور کو بلایا اور ان سے تفصیلات معلوم کیں، آپ نے ایک بڑے کاغذ پر اس علاقہ میں پانچ سات پروگرام تجویز کئے اور حضرت والا کی خدمت میں تشریف لے جاکر اشتہار پیش کیا، تو حضرت والا نے فرمایا: مولوی صاحب کی خبر نے تو مجھے از حد پریشان کر دیا، مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کے بھائیوں میں مولوی عبدالرحیمؒ کے علاوہ حاجی عبدالعزیز، چوہدری عزیز الرحمٰنؒ تھے۔ آخرالذکر غلہ منڈی بہاولپور میں آڑھت کی دکان چلاتے تھے۔

پرمٹ علی پور مظفر گڑھ میں

حاضری: پرمٹ علی پور اور جتوئی کے سنگم میں واقع ہے۔ دارالہدیٰ کا آغاز ۱۹۵۰ء میں ہوا۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ بخاریؒ کے ایک مرید نے وسیع رقبہ مجلس کے نام وقف کیا۔ ابتدا میں مقامی بچے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ واقف حافظ صاحب ان مقامی بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے، ان کی وفات کے بعد مولانا

عبدالکریمؒ فاضل جامعہ خیرالمدارس ملتان جو مقامی برادری ڈیہنہ کے فرد تھے، ۱۰؍ستمبر ۲۰۱۸ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مولانا عبدالکریمؒ کی وفات کے بعد مجاہد ملت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ کے فرزندزادہ مولانا حمزہ لقمان مدرسہ، مسجد کی نگرانی اور بہاولپور گرواں برادری کے مولانا محمد عدنان سلمہ نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔ چار کلاسیں ۱۷۰ طلبا کرام ۸ اساتذہ کرام کی نگرانی میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، ۴؍جولائی جمعرات کا دن کچھ وقت اور رات کا آرام وقیام مدرسہ میں رہا۔

خطبہ جمعہ: مدرسہ تجوید القرآن خیر پور روڈ علی پور کے بانی ہمارے قدیمی دوست اور مجلس علی پور کے امیر مولانا قاری منیر احمد نعمانی متحرک، فعال اور صالح انسان ہیں، چند ماہ پہلے ان پر فالج کا اٹیک ہوا۔ راقم نے قاری صاحب کی عیادت کے لئے ضلعی مبلغ مولانا حمزہ لقمان سلمہ سے کہا تو انہوں نے ۵؍جولائی جمعۃ المبارک کا بیان مولانا نعمانی مدظلہ کی مسجد رحمۃ للعالمین ومدرسہ میں رکھا، پینتیس، چالیس منٹ بیان کیا اور قاری صاحب کی صحت یابی کی دعا کی۔

مولانا محمد مکی کی عیادت: جامعہ امدادیہ حبیب المدارس یا کی والی علی پور کے بانی دیوبند کے فاضل مولانا حبیب اللہؒ تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند مولانا پروفیسر محمد مکی مدظلہ مہتمم بنائے گئے۔ چند ماہ قبل مولانا محمد مکی مدظلہ کی انجیوگرافی اور انجیوپلاسٹی ہوئی۔ ۵؍جولائی جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد ان کی عیادت کے لئے حاضری ہوئی۔ جہاں مولانا مکی مدظلہ کے بھائی مولانا محمد قاسم اور ان کے فرزندان گرامی مولانا محمد زکریا، مولانا انعام اللہ سے اپنے دارالعلوم ختم نبوت چناب نگر کے متخصص مولانا مفتی محمد احمد کی معیت میں ملاقات ہوئی اور کافی دیر مجلس رہی۔

جامعہ حسینیہ علی پور میں بیان: جامعہ حسینیہ کے بانی حضرت مولانا غلام محمد علی پوریؒ اور مولانا منظور احمد الحسینیؒ تھے۔ اول الذکر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بنیادی ارکان میں سے تھے۔ مجلس کا اجلاس ہوا تو اس میں شرکت کی۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریکوں میں پروانہ وار حصہ لیا۔ ترپین کی تحریک میں گرفتار بھی ہوئے اور قید کاٹی ۱۹۷۴ء کی تحریک میں آپ بہاولپور کے مبلغ تھے، قادیانیوں کے خلاف بائیکاٹ کی تحریک کو حاجی سیف الرحمٰن، الحاج محمد ذکراللہ، حاجی عمر دین کو ساتھ لے کر کامیابی سے ہمکنار ہوئے ۲۲؍فروری ۲۰۰۵ء کو انتقال ہوا۔ ثانی الذکر مولانا منظور احمد الحسینیؒ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں دورۂ حدیث شریف کرنے کے بعد فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سے ردِ قادیانیت کورس کیا اور مجلس کے مبلغ بنائے گئے، آپ نے یورپ کے مختلف ممالک کے دورے کئے۔ ۱۹۷۴ء میں چنیوٹ اور مضافات چنیوٹ میں بھرپور محنت کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے تمام مبلغین کو چالیس دن کے لئے کراچی بلایا اور وہاں کے ہو کر رہ گئے، عائشہ باوانی کی جامع مسجد میں امامت وخطابت مل گئی۔ باقی اوقات آپ دفتر میں تشریف لاتے۔ جامع مسجد باب الرحمت اور اس سے ملحقہ دفتر کی تعمیر میں آپ کا بہت حصہ ہے۔ آپ نے اندرون وبیرون تحفظ ختم نبوت کا ڈنکا بجایا۔ لندن دفتر ختم نبوت کی تعمیر میں بھی آپ نے اپنے بزرگوں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی سرپرستی میں بھرپور کوشش کی اور آپ لندن منتقل ہوگئے۔ لندن سے حرمین شریفین کے کئی سفر کئے، آخری حج سفر میں اپنی اہلیہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور مسجد نبوی میں ۱۳؍جنوری ۲۰۰۵ء کو آپ کا انتقال ہوا اور اگلے دن حرم نبوی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں لاکھوں مسلمانوں جو حج پر آئے ہوئے تھے جنازہ میں شرکت کی اور آپ کے جسد خاکی کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا: ”پہنچی وہیں پہ خاک، جہاں کا خمیر تھا۔“ جامعہ حسینیہ آپ کی یاد میں قائم کیا گیا اور آپ کے بھانجے مولانا محمد اجود حقانی نظم چلا رہے ہیں۔ ۵؍جولائی عصر کی نماز کے بعد جامعہ کے طلبا اور اساتذۂ کرام سے خطاب کی سعادت نصیب ہوئی۔

مظفر گڑھ میں علماء کنونشن: ۱۸؍اگست کو مظفر گڑھ کے فیاض پارک میں ضلعی ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے ضلع مظفر گڑھ کے سینکڑوں علماء کرام کا کنونشن ۴؍اگست کو جامعہ مدنیہ میں منعقد ہوا۔ مرکز سے مولانا وسیم اسلم، مولانا حافظ محمد انس، محمد اسماعیل شجاع آبادی نے شرکت کی۔ ضلع کے اہم مقامات کے علمائے کرام میں ایک معروف عالم دین کو نگران مقرر کیا گیا۔ نیز ضلعی رابطہ کمیٹی بھی مقرر کی گئی۔ علمائے کرام سے درخواست کی گئی کہ یہ کانفرنس ۷؍ستمبر ۲۰۲۴ء یادگارِ پاکستان پر منعقد ہونے والی گولڈن جوبلی ختم نبوت کانفرنس کی کامیابی کی ایک کڑی ہے۔ علمائے کرام سے درخواست کی گئی کہ ۷؍ستمبر کی کانفرنس اور مظفر گڑھ کانفرنس کی کامیابی کے لئے بھرپور محنت کی جائے۔ علمائے کرام نے قافلوں کی صورت میں شرکت کا وعدہ کیا۔

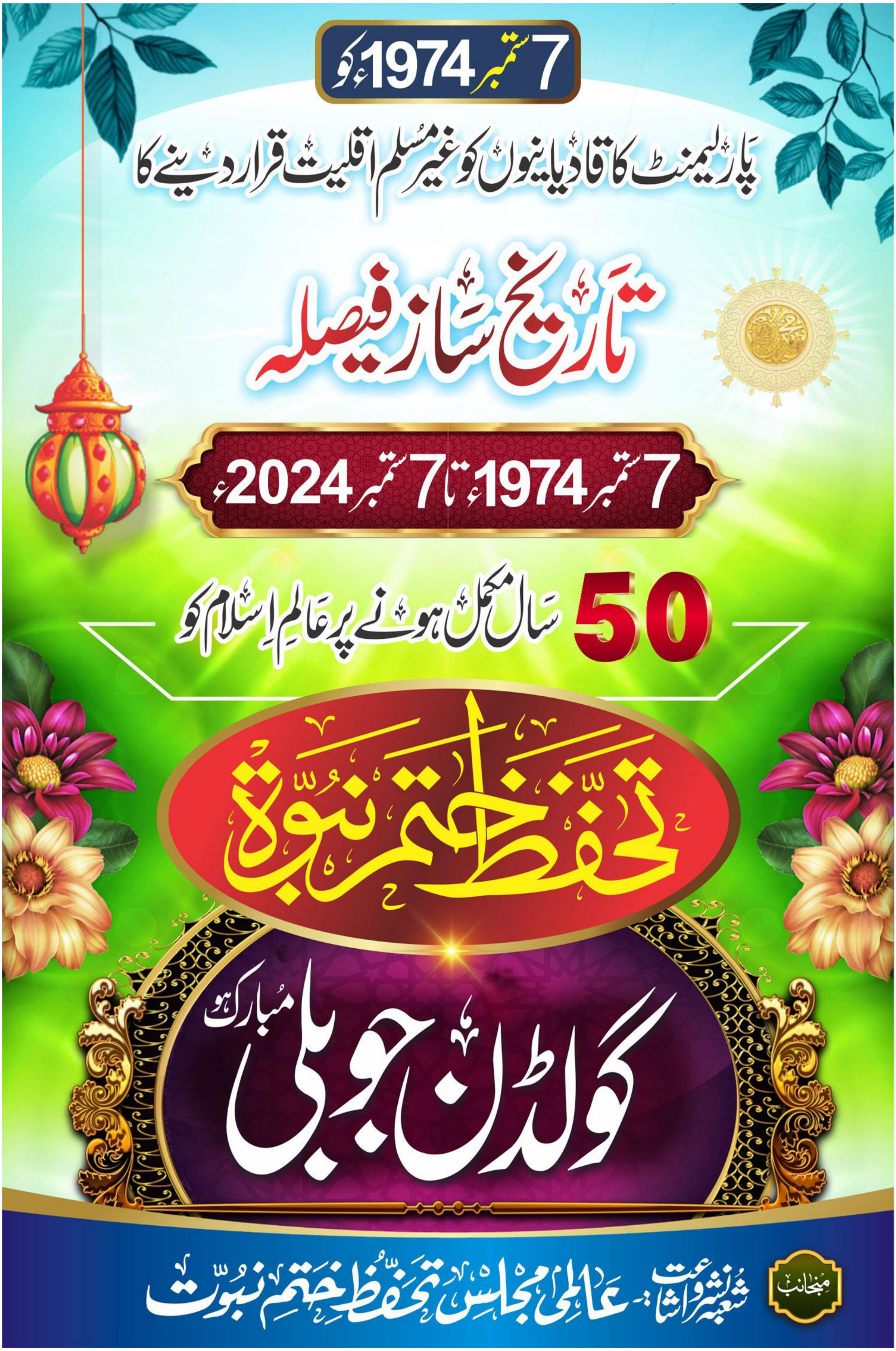
7 ستمبر 1974ء کو
پارلیمنٹ کا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا
تاریخ ساز فیصلہ
7 ستمبر 1974ء تا 7 ستمبر 2024ء
50 سال مکمل ہونے پر عالم اسلام کو
تحفظ ختم نبوۃ
گولڈن جوبلی مبارک ہو
منجانب
شعبہ نشر و اشاعت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت